إتمام النِّعمة فی اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأُمّة

کا پہلا اردو ترجمہ بنام

ہمارا نام مسلمان کیوں؟

مصنّف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی: ۹۱۱ھ)

ترجمہ، تخریج و تحقیق

احمد رضا مصباحی

[ریسرچ اسوسیٹ - اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن]

جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان

إتمام النِّعمة فی اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأُمّة

کاپہلا اردو ترجمہ بنام

ہمارا نام مسلمان کیوں؟

مصنّف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(المتوفی: ۹۱۱ھ)

ترجمہ و تحقیق

احمد رضا مصباحی

[ریسرچ اسوسیٹ-اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن]

تخریج

محمد اُسامہ قادری

[متخصص جامعۃ النور]

ناشر

جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

نام رسالہ : إتمام النِّعمة فی اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأُمّة

ترجمہ ”ہمارانام مسلمان کیوں؟“

مصنّف : امام جلال الدین سیوطی (متوفی:۹۱۱ھ)

ترجمہ و تحقیق : احمد رضا مصباحی

تخریج: محمد اُسامہ قادری (متخصص جامعة النور)

تعداد : ۴۲۰۰

اشاعت نمبر : ۳۲۳

اشاعت اوّل: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

تاریخ اشاعت دوم: رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ / مئی ۲۰۲۱ء

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون:021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.net

پر موجود ہے

فہرستِ مضامین

صفحہ	عنوانات	شمار
۶	پیش لفظ	۱
۸	انتساب	۲
۹	شرفِ انتساب	۳
۱۰	عرض ناشر (اوّل)	۴
۱۲	ایک نظر	۵
۱۴	تعارفِ مصنّف	۶
۱۹	پیش گفتار	۷
۲۲	آغازِ کتاب	۸
۲۲	پہلا تعجب	۹
۲۲	دوسرا تعجب	۱۰
۲۴	پہلا قول	۱۱
۲۴	دوسرا قول	۱۲
۲۶	قولِ راجح کی دلیلوں کا بیان	۱۳
۲۶	پہلی دلیل	۱۴
۲۹	دوسری دلیل	۱۵
۳۱	تیسری دلیل	۱۶
۳۳	چوتھی دلیل	۱۷

۱۸	پانچویں دلیل	۳۴
۱۹	چھٹی دلیل	۳۵
۲۰	ساتویں دلیل	۳۵
۲۱	آٹھویں دلیل	۳۶
۲۲	نویں دلیل	۳۶
۲۳	دسویں دلیل	۳۷
۲۴	گیارہویں دلیل	۳۷
۲۵	بارہویں دلیل	۳۸
۲۶	تیرہویں دلیل	۳۹
۲۷	چودہویں دلیل	۳۹
۲۸	پندرہویں دلیل	۴۰
۲۹	سولہویں دلیل	۴۱
۳۰	سترہویں دلیل	۴۱
۳۱	اٹھارہویں دلیل	۴۲
۳۲	انیسوں دلیل	۴۲
۳۳	بیسویں دلیل	۴۳
۳۴	ان دلیلوں کا بیان جن کے ذریعہ قولِ آخر پر دلیل پیش کی گئی ہے	۴۳
۳۵	فصل ۱	۴۷
۳۶	فصل ۲	۵۴
۳۷	بائیسویں دلیل	۵۵
۳۸	فصل ۳	۶۲

۳۹	پہلا جواب	۶۲
۴۰	دوسرا جواب	۶۳
۴۱	تیسرا جواب	۶۴
۴۲	فصل ۴	۶۴
۴۳	فصل ۵	۶۸
۴۵	فصل ۶	۶۹
۴۶	تیئیسویں دلیل	۶۹
۴۷	تنبیہ	۷۰
۴۸	اقول	۷۰
۴۹	ماخذ و مراجع	۷۱

پیش لفظ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

رسول اللہ ﷺ کے بیشمار خصائص ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقریباً اڑھائی سو خصوصیات ''خصائص الکبریٰ'' میں جمع کی ہیں۔اسی طرح دیگر محدّثین نے اس پر قلم اُٹھایا ہے جیسا کہ ''الفظ المکرم'' میں سیّد عالم ﷺ کے خصائص کو بیان کیا گیا، ابن ملقن نے بھی اس حوالے سے خدمات سر انجام دی ہیں تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی اتباع میں اُمتِ محمدیہ کے بھی متعدّد خصائص ہیں جیسا کہ حدیثِ بخاری میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میں پانچ چیزیں ایسی عطا کیا گیا ہوں مجھ سے پہلے وہ کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ پس مدد کیا گیا ایک مہینہ کی مسافت کے رُعب کے ساتھ میرے لئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاکی کی جگہ بنا دیا گیا، میری امت میں سے جو کو نماز پائے پس چاہیے کہ نماز پڑھے اور میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا اور میں منصبِ شفاعت دیا گیا ہوں اور نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔

اِسی طرح اس امت کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ ہمارا نام ''مسلمان'' ہے نیز قرآنِ مجید سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۸ میں بھی اس اختصاص کا ذکر ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین میں کوئی تنگی نہ تھی۔ اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہوں اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر کیا: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اُمتِ مصطفویٰ کا نام پہلی کتابوں میں بھی مسلمان ہی تھا، دوسرے یہ کہ مسلم صرف اُمتِ مصطفویٰ کو ہی کہا جاسکتا ہے۔ دوسروں کو لغۃً بولا گیا ہے۔

رب فرماتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (ال عمران: ۱۹)

ہمارے علاوہ جن بزرگوں کو "مسلم" فرمایا گیا تھا وہ لغۃً تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "إتمام النِعمة فی اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأُمّة" میں ۲۳ قرآنی آیات اور مفسرین کی تفسیرات اور احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مسلم یا مسلمان ہونا صرف اُمتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔

زیر نظر رسالہ "ہمارا نام مسلمان کیوں؟" یہ رسالہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "إتمام النِعمة فی اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأُمّة" کا ترجمہ ہے جس کو اردو جامہ حضرت علّامہ احمد رضا مصباحی نے پہنایا ہے۔ میں نے اس ترجمہ کو پڑھا اور خوب پایا۔ مترجم کی اس کاوش کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ مزید ان کو کُتُب کے تراجم کی ہمت عطا فرمائے۔ اسے اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن نے انڈیا میں شائع کیا اور بانی ادارہ محترم جناب بشارت صدیقی صاحب کی اجازت سے پاکستان میں ادارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) سے پہلی بار شائع ہوا۔

اللہ تعالیٰ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مترجم اور بانی ادارہ اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن اور جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اور جملہ اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اللہ رحم (عبد المصطفی) ہمدمی

مدرس جامعۃ النور

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

انتساب

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم

سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی

ہم شبیہ غوث اعظم

سیّد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مُجددِ اعظم

امام احمد رضاخان قادری بریلوی

محدث اعظم

سیّد محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سرکارِ کلاں

سیّد مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

شرفِ انتساب

بالخصوص

تارک السلطنت حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ

مُجددِ دین وملّت سرکارِ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضاخاں علیہ الرحمہ

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت الشاہ عبد العزیز اشرفی مراد آبادی علیہ الرحمہ

بالعموم

عالم اسلام کی جملہ عبقری شخصیات کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

طالب دعا

احمد رضا مصباحی

بھنگواں، امبیڈکر نگر، یوپی

۲۳/اکتوبر، بروز اتوار، ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر (اوّل)

تمام تعریفیں اللہ ربُّ العزّت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ بعد حمدِ خدائے تعالیٰ، بے شمار درود و سلام شاہِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد ﷺ پر، ان کے اہلِ بیت پر، ان کے محبوب اصحاب پر اور ائمہ شریعت و طریقت پر۔

"ہمارا نام مسلمان کیوں ؟" امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (المتوفی:۹۱۱ھ) کی کتاب "إتمام النّعمة في اختصاصِ الإسلام بهٰذهِ الأمّة" کا پہلا سلیس اردو ترجمہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (م:۹۱۱ھ) نے بڑے ہی دل کش اور عالمانہ انداز سے اس مختصر کتاب میں ۲۳/ دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلم یا مسلمان صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ یہ کتاب کئی اعتبار سے اہم ہے۔ ایک زمانے سے میری دلی خواہش تھی کہ اس کا ترجمہ اہل اسلام کی خدمت پیش کر سکوں، مگر دیگر علمی مصروفیات نے موقع فراہم نہ کیا۔ کچھ سال پہلے جب مولانا حافظ احمد رضا مصباحی صاحب ہمارے رابطے میں آئے تو انہیں یہ رسالہ ترجمہ کے لیے دیا، مولانا موصوف نے محنت و لگن سے اس رسالے کا ترجمہ کر لیا تھا، مگر کچھ وجوہات کی بنا پر اس رسالے کی فورا اشاعت نہیں ہو پائی۔ امسال اس رسالے کی اشاعت سے پہلے پھر سے نظر ثانی کی گئی اور ترجمے کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مولانا حافظ احمد رضا مصباحی صاحب کا خاص وصف ہے کہ شروع سے ہی اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن کے ہر ایک علمی کام میں مکمل اخلاص کے ساتھ اپنا علمی تعاون پیش کرتے آئے ہیں، اور یہ ترجمہ مولانا موصوف کی پہلی کتاب ہے جو ہمارے ادارے سے منظر عام پر آ رہی ہے۔

میں حضرت علامہ مولانا عبد المبین نعمانی قادری مصباحی مد ظلہ العالی والنورانی [ناظم اعلیٰ- دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو] کا ممنون و مشکور ہوں، جنھوں نے اس کتاب پر تقریظ لکھ کر ہم لوگوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں اپنے مخلص دوست علامہ مولانا حبیب

اللہ بیگ مصباحی ازہری صاحب قبلہ (استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح و نظر ثانی کی ذمہ داری نبھائی اور اسے قابل اشاعت بنایا۔

موجودہ دور میں اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگاتے ہوئے اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن یہ کتاب برِّ صغیر کے اردو خواں اہل ذوق کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ فاؤنڈیشن نے اپنے اشاعتی منصوبوں کے تحت الحمد للہ! مختلف اہم عربی کتب و رسائل کا اردو ترجمہ کرانے کی سعادت حاصل کی ہے، یہ کتاب اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کی ۵۳ ویں اشاعتی پیش کش ہے۔ پھر شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی اور بانی ادارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی نے اسے اپنے ادارہ سے اشاعت کی خواہش ظاہر کی تو فقیر کہ جس کا مقصد علمِ دین کی ترویج و اشاعت ہے، ان حضرات بخوشی اشاعت کی اجازت دی۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت کو قبول فرمائے، ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے، ناشرین و اراکین "اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن" اور "جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)" کو مزید دینی و علمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع و فیض بخش بنائے! آمین بجاہ النبی الامین ﷺ!

فقیر غوثِ جیلاں و سمناں
محمد بشارت علی صدیقی اشرفی
جدہ شریف، حجاز مقدس
۱۸/ ۰۴/ ۲۰۲۱ء

ایک نظر

حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی
ناظم اعلیٰ- دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو

نحمدہ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم
و اٰلہ و صحبہ الکریم

"ہمارانام مسلمان کیوں؟" یہ بڑا تحقیقی اور علمی موضوع ہے۔کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ لقب "مسلم اور مسلمون "امت محمدیہ کے ساتھ خاص نہیں۔یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوام انبیا کو بھی مسلّم کہا جاسکتا ہے۔اس چبھتے ہوئے سوال کے جواب میں حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ لکھا "إتمام النِّعمة فی اختصاص الإسلام بھٰذہ الأمة"

زیر نظر کتابچہ اسی رسالے کا اردو ترجمہ ہے۔جسے عزیزی مولاناحافظ احمد رضا مصباحی اعظمی نے اردو کالباس پہنایاہے۔یہ موصوف کی پہلی کوشش ہے۔اور بہت حد تک کامیاب ہیں۔اصل عربی رسالے سے ملا کر اس کی تصحیح حضرت مولاناحبیب اللہ بیگ مصباحی [استاذ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور] نے فرمائی ہے جو بڑی محنت کا کام ہے۔ سرسری طور پر ناچیز نعمانی نے بھی اس پر نظر ڈالی ہے اور کچھ مشوروں سے شریک بزم ہو گیاہے۔

حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اس مختصر رسالے میں ۲۳ دلیلوں سے اس بات کا ثبوت فراہم کیاہے کہ مسلّم یا مسلمان صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔یہود و نصاریٰ یاسابقہ امتوں کو ہرگز مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔چند فصلوں میں مزید بحث کی ہے اور

اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں۔ پورا رسالہ اس لائق ہے کہ اسے پڑھا جائے۔ اس کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا جائے اور دلائل کو ذہن نشیں کیا جائے تاکہ اگر اس سلسلے میں کوئی کبھی بحث پر اتر آئے تو اس کو خاطر خواہ جواب سے خاموش کیا جاسکے اور مترجم سلمہ ربہ کو بھی ان کی محنت کی داد دی جائے اور دعاؤں سے نوازا جائے کہ مولیٰ عزّو جلّ انہیں مزید دینی و علمی کاموں کی توفیق عطا فرمائے علم و عمل میں ترقی دے، شر حاسدین سے بچائے، مذہب حق اہلسنّت وجماعت پر قائم رکھے!

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و اٰلہ و صحبہ الصلاۃ والتسلیم

عبد المبین نعمانی مصباحی

ناظم اعلیٰ دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو

۲۰، اکتوبر ۲۰۱۶ء / ۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

تعارفِ مصنّف

امام سیوطی

از حضرت مولانا عارف اللہ اشرفی فیضی مصباحی

(شیخ الادب، مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد، مئو، یوپی)

نام و نسب: عبد الرحمٰن بن کمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن شیخ ہمام الدین خضیری سیوطی۔

لقب: جلال الدین۔

کنیت: ابو الفضل۔

ولادت: امام سیوطی محلّہ اسیوط میں بعد مغرب، شب یک شنبہ، ابتداے ماہ رجب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور یتیمی کی حالت میں نشو و نما پائی کیوں کہ چھ سال کی عمر میں ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔

تحصیل علم اور اس کے لیے اسفار: آپ ایسے دیندار متواضع گھرانے میں پلے بڑھے جس نے آپ کے دل میں علم اور علما کی محبت جاگزیں کر دی تھی اسی لیے آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں قران کریم حفظ کر لیا۔ پھر "عمده"، "منهاج الفقه والاصول" اور "الفيه ابن مالك" یاد کر لی۔

آغاز ۸۶۴ھ سے علم میں انہماک کی ابتدا ہوئی تو بلند پایہ علما کی ایک جماعت سے فقہ اور نحو اخذ کیا۔ اپنے دور کے ماہرِ علم فرائض شیخ شہاب الدین شار مساحی سے فرائض کی تحصیل کی۔ ابتداے ۸۶۶ھ میں عربی زبان اور اس کے علوم کی تدریس کی اجازت ملی۔ اسی سال اپنی پہلی تصنیف "شرح الاستعاذه و البسمله" لکھی اور اسے اپنے استاذ شیخ الاسلام سراج

الدین بلقینی کی خدمت میں پیش کیا جسے انھوں نے اپنی تقریظ سے مزین فرمایا، ان کی حیات تک ان سے تحصیلِ فقہ کرتے رہے، ان کی وفات کے بعد ان کے نامور فرزند شیخ علَم الدین بلقینی کی شاگردگی اختیار کی۔ ۸۷۶ھ میں انھوں نے بھی آپ کو تدریس وافتا کی اجازت دی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کی صحبت میں آ گئے۔

حدیث اور عربی زبان اور اس کے علوم کی تحصیل کے لیے شیخ امام علامہ تقی الدین شبلی حنفی کے دامنِ علم و فضل سے وابستہ ہو کر پورے انہماک کے ساتھ چار سال تک ان سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ شیخ نے آپ کی تالیف "شرح الفيه ابن مالك" اور "جمع الجوامع" پر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔

چودہ سال تک شیخ علامہ استاذ الوجود محی الدین کافیجی کی صحبت میں رہ کر زیورِ علم سے آراستہ و پیراستہ ہوتے رہے۔ ان سے تفسیر، اصول، عربی زبان اور اس کے علوم اور معانی وغیرہ فنون کی تحصیل کی۔ علامہ کافیجی نے بھی آپ کو تدریس کی عظیم تحریری اجازت مرحمت فرمائی۔ شیخ سیف الدین حنفی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ صیرافی اور شمس مرزبانی کے اَسباق میں بھی حاضر ہوئے۔

طلب علم کے لیے سفر کی صعوبتوں اور سختیوں کی پروا کیے بغیر آپ نے بکثرت اسفار کیے اور باکمال علما کی خدمات میں پہنچ کر ان سے اکتساب علم و فضل کیا چناں چہ اس مقصد کے لیے آپ نے صیوم، محلّہ، دمیاط، شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور مغرب کا سفر کیا۔

تعداد اساتذہ: آپ کے اساتذہ کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہے۔

تلامذہ: بے شمار تشنگانِ علم و معرفت نے آپ کے بحر علم و حکمت سے اپنی علمی و فکری تشنگی بجھائی جن میں علامہ محدّث حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد داؤدی مصری شافعی آپ کے مشہور ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

تبحر علمی: اپنی خود نوشت سوانح میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: "رزقت التبحر فی

سبعة علوم : التّفسير و الحديث، و الفقه ،و النّحو ، و المعانی و البيان ،و البديع ، علیٰ طريقةالعرب و البلغاء ،لا علیٰ طريقة العجم ،و أهل الفلسفة"

مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، عجم اور فلاسفہ کے طرز سے جُدا، عرب اور بُلَغا کے طریقے پر معانی، بیان اور بدیع میں تبحُّر نصیب ہوا۔"

سیرت: جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو آپ نے عام لوگوں سے ترکِ تعلق کر لیا اور دریاے نیل کے پاس واقع روضۃ المقیاس میں اپنے تمام اصحاب سے یوں الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے جیسے ان سے آپ کی کوئی شناسائی ہی نہ ہو۔ یہیں آپ کی اکثر تصنیفات معرضِ وجود میں آئیں۔

اصحابِ دولت و ثروت اور صاحبانِ امارت و ریاست آپ سے ملاقات حاصل کرنے آتے اور آپ کی خدمت میں اموال اور تحائف پیش کرتے لیکن آپ قبول نہ فرماتے اور واپس کر دیتے۔ بادشاہ وقت نے آپ کو دربارِ شاہی میں باریابی کی دعوت دی مگر آپ نے اس کی یہ دعوت مسترد فرما دی، اس نے آپ کی خدمت میں تحائف ارسال کیے مگر انہیں بھی قبول نہ فرمایا اور اپنی وفات تک اسی طریقے پر ثابت قدم رہے۔(الأعلام لخير الدين الزركلي؛ ٤/ ٧١)

محمد ابو الفضل ،امام سیوطی کی کتاب "بغية الوعاة" کے مقدّمہ میں لکھتے ہیں :"امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی نجی زندگی میں علما اور اصحاب فضل و دین کی بہتر روش پر قائم تھے۔ وہ پاکباز، نیک دل اور آسودہ خاطر تھے، صاحبانِ جاہ و اقتدار سے دور رہتے، کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ جاتے، اپنے شیخ کی خانقاہ سے جو خورش مل جاتی اسی پر قناعت کرتے اور کسی دوسری چیز کی طمع نہ رکھتے، اُمرا اور وُزرا آپ سے ملنے آتے اور آپ کو اپنی بخششیں اور عطیّات پیش کرتے مگر آپ لینے سے انکار کر دیتے۔

روایت ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری نے ایک بار ایک آختہ غلام اور ایک

ہزار اشرفیاں آپ کی خدمت میں پیش کیں تو آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور آختہ غلام کو قبول فرمالیا پھر آزاد کر کے اسے حجرۂ نبوی کا خادم مقرر کر دیا اور سلطان کے قاصد سے کہہ دیا کہ: ”اب دوبارہ ہمارے پاس کبھی ہدیہ لے کر نہ آنا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔“ (مقدمۂ بغیۃ الوعاۃ للسیوطی؛ ۱/ ۱۳)

تصنیفات: عمر کی چالیسویں منزل پر پہنچنے کے بعد آپ نے بائیس سالوں تک تصنیف و تالیف کا ایسا سلسلہ جاری رکھا کہ اس کے نتیجے میں اسلامی مکتبۂ علم و فکر کو آپ نے تفسیر، علومِ تفسیر، حدیث، علومِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، عربی زبان اور اس کی تمام فروع اور سیرت و تاریخ کے موضوعات پر تقریباً چھ سو گراں بہا مصنّفات سے مالامال فرمایا۔

دین اسلام اور مذہب اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مخالفین کے ردّ میں آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اسی طرح علوم دین کے احیا اور تنقیح و توضیح میں بھی آپ کے کارنامے لازوال ہیں۔ اسی لیے آپ کو نویں صدی ہجری کا مُجدِّد تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کی تصنیفات کا آج بھی وہ اعتبار و مقام ہے کہ علوم عربیہ و علوم دینیہ سے شغف رکھنے والا کوئی بھی شخص ان سے بے نیاز نہیں۔

آپ کی چند مشہور تصنیفات فن وَار درجِ ذیل ہیں:

فنِ تفسیر اور اس کے متعلقات میں:

۱.الاتقان فی علوم القرآن ۲.الدر المنثور فی التفسیر الماثور ۳.تکملة تفسیر الشیخ جلال الدین المحلّی معروف به جَلالین ٤.المهذّب فیما وقع فی القرآن من العرب۔

حدیث اور اس کے متعلقات میں:

۱.کشف المغطّا فی شرح المعطا ۲.التوشیح علی الجامع الصحیح ۳.الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ٤.اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة.

فقہ اور اس کے متعلقات میں:

١ .الازهار الفضة فی حواشی الروضة ٢ .الاشباه والنظائر ٣ .جمع المو امع .

زبان عربی اور اس کے متعلقات میں:

١ .شرح الفيه ابن مالك ٢ .همع الهوامع ٣ .الفريدة فی النحو و التصريف و الخط .

فن اصول وبیان وتصوف میں:

١ .شرح لمعة الاشراق فی الاشتقاق ٢ .شرح الكوكب الوقاد فی الاعتقاد ٣ .عقود الجمان فی المعانی و البيان ٤ .الخير الدال علی وجود القطب الاوتاد و النجباء والابدال .

فن تاریخ وادب میں:

١ .طبقات الحفّاظ ٢ .تاريخ الخلفاء ٣ .المقامات ٤ .الرحلة المكيّة .

آپ کی تمام تصانیف آپ کے وفورِ علم، رفعتِ شان، تعمّقِ فکر، وسعتِ اطّلاع اور علوم وفنون میں آپ کی براعت ومہارت پر شاہد عدل ہیں۔

وفات: پنج شنبہ ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ کو افقِ علم ومعرفت کا یہ نیر تاباں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا اور باب قرافہ کے باہر خانقاہ قوصون کے جوار میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً![1]

---

(۱)(یہ مضمون اہم علوم قرآن ترجمہ زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت (صاحب مضمون) کی اجازت سے اس رسالے میں شامل کرلیا گیا ہے۔)

پیشِ گفتار

احمد رضا مصباحی
[ریسرچ اسوسیٹ-اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن]

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ماسوا اللہ جو بھی ہے مخلوق ہے، اور جملہ مخلوقات میں اللہ عزّ وجلّ نے کوئی نہ کوئی خصوصیت اور امتیازیت رکھی ہے۔ تاکہ ایک دوسرے سے ممتاز رہے اور اپنا الگ مقام و شناخت رکھے۔ اگر سب کے اندر ایک جیسی خوبیاں ہوں تو خصوصیت اور امتیازیت نہیں رہ جائے گی۔

وضاحت کے لیے تفسیر روح البیان (پارہ: ۳ ص: ٤ مترجم) کی ایک عبارت پیش ہے، جس میں صاحبِ تفسیر نے انبیاے کرام کی کچھ ایسی خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے جس میں کوئی دوسرا نبی شریک نہیں ہے۔

مثلاً: ”خلّت ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصیب ہوئی وہ کسی دوسرے کو میسر نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک اور نبوّت اور خوش الحانی عطا ہوئی وہ نہ کسی دوسرے کو۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جنّ و انس اور پرندے و چرندے حتیٰ کہ ہوا بھی زیر فرمان ہوئی جو ان کے والد کو یہ مرتبہ نہ ملا اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ مبعوث الی الجن والانس ہیں اور ان کی شریعت تمام ادیان کی ناسخ ہے۔ لیکن یہ درجہ کسی کو حاصل نہ ہوا۔“

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا ہے اور حضور ﷺ کے صدقے یہ امت بھی مختلف فضائل و خصائل سے بہرہ مند ہوئی ہے۔ امام اہلسنّت سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ”تجلّی الیقین بأنّ نبیّنا سیّد المرسَلین“ بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ص:۱۹۳ پر امت محمدیہ کے فضائل و خصائل بیان کرتے ہوئے ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس کا اخیر حصہ یہ ہے:

”اس (حضور ﷺ) کی امت، امت مرحومہ ہے۔ میں نے انھیں وہ نوافل عطا کیے جو

پیغمبروں کو دیے۔ اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیا و رسل پر تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثلِ نورِ انبیا کے ہو گا۔ اے داؤد! میں نے محمد کو سب سے افضل کیا اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی۔ ﷺ۔"

امت محمدیہ کو ان خصائل میں سے ایک خصوصیت یہ ملی کہ اس دین کو "اسلام"، اس کے ماننے والے کو "مسلمان" اور امت کو "امتِ مسلمہ" قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو نعیم نے "دلائل النبوّۃ" میں حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کی آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں ایک اُمّی نبی مبعوث کرنے والا ہوں جس کی جائے پیدائش "مکہ" اور جائے ہجرت "طیبہ" ہو گی۔ وہ میرا محبوب بندہ ہو گا۔ مجھ پر بھروسہ کرے گا۔ یہاں تک فرمایا: کہ اسلام، اس کا دین ہو گا اور احمد، اس کا نام ہو گا۔ (ھٰذہ الرسالۃ)

یہیں سے معلوم ہوا کہ "اسلام" کا اختصاص صرف اسی دین کے ساتھ ہے۔ جملہ سابقہ شرائع حقہ اس خصوصیت سے مختص نہیں۔ اس عظیم خصوصیت کا ایک منکر نے انکار کر دیا۔ جب اس کی خبر حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کو پہونچی تو آپ نے اس کا رد کرتے ہوئے ایک رسالہ بنام: "إتمام النِعمة فی اختصاص الإسلام بهذه الأمة" تحریر فرمایا جس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

چونکہ یہ رسالہ عربی زبان میں تھا اس لیے اس سے وہی لوگ استفادہ کر سکتے تھے جو اس زبان کے جانکار ہیں اہلِ اردو کو اس رسالہ کے علمی مباحث سے روشناس کرانے کے لیے محترم مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی نے اسے اُردو لباس پہنانے کا عزم کیا اور یہ خدمت و سعادت ناچیز کے حصے میں آئی۔

سال فضیلت کے آخری ایام میں انقطاع اسباق کے بعد اس عربی رسالہ کا اپنی بساط کے مطابق ترجمہ کیا اور بعد تکمیل، تصحیح کے لیے ادیب شہیر حضرت مولانا حبیب اللہ بیگ مصباحی ازہری صاحب (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آپ نے ہجوم کار کے باوجود از ابتدا تا انتہا بالاستیعاب دیکھا اور اصلاح فرمائی۔ پھر حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی صاحب نے تصحیح و تصدیق فرمائی اور کچھ مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

ترجمہ نگاری ایک ایسا مشکل اور صبر آزما فن ہے جس کی سنگلاخ زمین کا راہ رَو ہی اس کے مصائب و آلام کو جان سکتا ہے۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ ترجمہ کرنے میں لفظی یا معنوی غلطی سر زد ہو گئی ہو۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر کچھ نظر آئے تو اصلاح فرمائیں؛ نوازش ہو گی۔

ترجمہ میں ان باتوں کی بالخصوص رعایت کی گئی ہے:

۱۔ قرآنی آیات کا ترجمہ، کنزالایمان کے مطابق رکھا گیا ہے۔

۲۔ سورتوں اور آیتوں کے نمبرات کا التزام کیا گیا ہے۔

۳۔ احادیث و آثار کی تخریج کی گئی ہے۔

۵۔ جو آیتیں بطور دلیل، مختصر پیش کی گئی تھیں انہیں مکمل مع ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے تاکہ فہم میں آسانی ہو۔

۶۔ سخت اور مشکل الفاظ سے زیادہ تر پرہیز کیا گیا ہے۔

۷۔ جدید اسلوب سے ہم آہنگ کرنے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔

اخیر میں حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی اور حضرت مولانا حبیب اللہ بیگ مصباحی ازہری کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں کہ آپ دونوں حضرات نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس کی تصحیح فرمائی اور اول الذکر نے ایک مختصر تحریر سے شاد کام بھی کیا۔ رفیق محترم مولانا عبد الباری مصباحی اور دیگر تمام معاونین کا بھی شکریہ، بالخصوص مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی کا کہ خود آپ نے اس کی طباعت و اخراجات کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خدمتِ دین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور ہم سب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ وَر فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

احمد رضا مصباحی

بھنگواں، امبیڈکر نگر، یوپی

۲۵- اکتوبر ۲۰۱۶ء / ۲۳- محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عباہ الذین اصطفی

مجھ سے سوال کیا گیا کہ پچھلی امتوں کو مسلمان کہا جاتا تھا یا نہیں؟

تو میں نے جواب دیا کہ علمائے کرام کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کیا اسلام کا اطلاق ہر دین برحق پر ہوتا ہے؟ یا صرف اسی دین پر۔

اس میں دو قول ہیں۔ دوسرا قول زیادہ راجح ہے۔

اس جواب کے بعد مجھے خبر ملی کہ ایک شخص نے اس کا انکار کیا ہے اور پچھلی امتوں کو مسلمان کہے جانے پر متعدد دلائل پیش کیے ہیں۔ اس پر مجھے دوہرا تعجب ہوا۔

پہلا تعجب:

اس کے انکار سے ہوا۔ اگر اس نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اس بارے میں علمائے کرام کے دو قول ہیں۔ تو اس کا یہ قول، نصوصِ علما اور ان کے اقوال سے جہالت کی دلیل ہے۔ اور ایسے لوگوں کے حق میں وہی کہا جائے جو امام غزالی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: ” اگر نادان جاہل خاموش رہے تو اختلاف کم ہو۔ اور جو اقوالِ علما کو سمجھنے سے قاصر ہو اسے زبان کھولنے اور لایعنی باتوں میں پڑنے کا کیا حق ہے؟ بلکہ اس پر واجب ہے کہ سکوت اختیار کرے۔ اور جب کوئی نئی بات سنے جو پہلے سے اس کے علم میں نہ ہو تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ ایک نیا فائدہ ہے اس کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت شمار کرے۔ اور جس سے یہ نفع ملا ہے اس کے حق میں دعا کرے۔ اور اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے۔“

اور اگر اس نے دوسرے قول کو راجح قرار دینے سے انکار کیا ہے تو یہ اس کا منصب نہیں۔ یہ صرف ان مجتہدین کرام کا منصب ہے جو ترجیح کے اسباب، دلائل و براہین کے طریقے، اور قیاس کے عالم ہوتے ہیں۔ اس کا انکار بھی کتاب اللہ کے نصوص اور اس کے تعلق سے وارد احادیث و آثار سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

دوسرا تعجب:

اس کے استدلال سے ہوا۔ کیونکہ استدلال کرنا صرف اس مجتہد کا کام ہے جو طُرُقِ استدلال سے واقف ہے۔ رہے باقی افراد تو اس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے ”كتاب التفرقه“ میں ارشاد فرمایا: ”جاہل خاموش رہے۔ یا جاہل کے لیے سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ وہ براہین کے طریقے اختیار کرنے سے قاصر ہے۔ اور اگر اس کا اہل ہوتا تو متبوع ہوتا تابع نہیں ہوتا، امام ہوتا مقتدی نہیں ہوتا۔ اور اگر مُقلّد، دلیل میں غور وخوض کرے تو اس کی یہ محنت بے کار ہے۔ جستجوئے دلیل میں مشغول ہونے والا اصلاحِ مفاسد کا طلبگار ہوتے ہوئے ٹھنڈے لوہے پر ضرب لگانے والے کی طرح ہے۔ جسے زمانے نے برباد کر دیا ہو عطار اس کی کیا اصلاح کر پائے گا۔“ (هٰذه عبارة الإمام الغزالی رحمه الله) (١)

حضرت شیخ عزالدین بن عبد السلام نے فرمایا: ”مفتی کے لیے مجتہد ہونا شرط ہے۔ رہا مُقلّد تو جب وہ فتویٰ دیتا ہے تو اس کی حیثیت صرف ناقل اور حاملِ فقہ کی ہوتی ہے۔ نہ وہ مفتی ہوتا ہے اور نہ ہی فقیہ بلکہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کسی امام سے فتویٰ نقل کرتا ہے۔“ پھر اس سلسلے میں انھوں نے طویل گفتگو فرمائی۔

تعجب ہے اس منکر پر کہ دلیل میں قرآنی آیات پیش کرتا ہے جبکہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنھیں علمِ معانی اور بیان میں مہارت تامہ حاصل ہوتی ہے۔ جس سے قرآن مقدس کی بلاغت اور اسالیب کی معرفت ہوتی ہے۔ یہ شرائط اجتہاد و استنباط سے ہے بلکہ اسے ان پندرہ علوم میں سے ایک علم میں بھی مہارت تام نہیں ہے جنھیں حاصل کیے بغیر قرآن میں کسی کے لیے گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔

مجھے تعجب ہے کہ وہ دلائل پیش کرتا ہے اور جب اس کی دلیل کے معارض دلیل پیش کی جاتی ہے تو اسے سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ان معارض دلائل کا کیا کریں۔ میں نے چاہا کہ اس مسئلہ میں تفصیل سے گفتگو کروں اور ساتھ ہی ساتھ قولِ راجح کی دلیلوں اور اس کے

---

(١) فیصل التفرقة بین الإسلام والزندقة، الفصل الأول: الحق یدور فی کلّ مذهب، ص ٢٢
(١) دلائل النبوة للبیهقی، جماع أبواب صفة رسول الله ﷺ، باب صفة رسول الله ﷺ فی التوراة

معارض دلیلوں کا جواب پیش کروں۔

تو میں کہتا ہوں کہ اس مسئلے میں فقہاے کرام کے دو مشہور قول ہیں۔ جن کو متعدد ائمہ نے بیان کیا ہے۔

پہلا قول:

اسلام کا اطلاق ہر دین برحق پر ہوتا ہے۔ یہ صرف اس دین (دین محمد ﷺ) کے ساتھ خاص نہیں۔ یہی موقف ابن صلاح کا ہے۔

دوسرا قول:

اسلام کا اطلاق صرف اسی امت پر ہوتا ہے۔ اور لفظ "مسلمین" کا استعمال اسی امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ انبیاے کرام علیہم السلام کے علاوہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو اس وصف سے متّصف نہیں کیا گیا۔ اس طرح امت محمدیہ کو یہ شرف ہوا کہ یہ امت ایسے وصف سے متّصف ہوئی جس سے انبیاے سابقین متّصف ہوا کرتے تھے، یہی راجح قول ہے۔ اسی پر روشن دلیلیں قائم ہیں۔

اس امت کو بقیہ تمام امتوں کے مقابلے میں کچھ ایسی خصوصیتیں دی گئی ہیں جو انبیاے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کو نہیں دی گئیں۔ ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت وضو ہے۔ یہ امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے اور کوئی امت ایسی نہیں جو وضو کرتی تھی سواے انبیاے کرام علیہم السلام کے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی بھی سابقہ امت سے وضو ثابت نہیں۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے دیگر اوصاف بھی اس امت کی خصوصیت ہیں۔

امام بیہقی نے "دلائل النبوّۃ" میں حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ: اے داؤد! عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔ پھر فرمایا کہ: اس نبی کی امت،

امت مرحومہ ہوگی۔ میں اسے انبیائے کرام علیہم السلام کے مثل نوافل عطا کروں گا۔ اور ان پر وہ فرائض واجب کروں گا جو انبیاے کرام علیہم السلام اور رسولانِ عظام علیہم السلام پر کیا۔ یہاں تک کہ جب قیامت کے دن وہ امت میرے حضور حاضر ہوگی تو ان کا نور انبیائے کرام علیہم السلام کے نور کی طرح ہوگا۔ وہ اس لیے کہ میں نے ان پر واجب کر دیا کہ میرے لیے ہر نماز کے وقت وضو کریں جیسا کہ ان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر واجب کیا، اور انہیں غسل جنابت دیا جیسا کہ ان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو دیا، انہیں حج کا حکم دیا جیسا کہ ان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو دیا، انہیں جہاد کا حکم دیا جیسا کہ ان سے پہلے رسولانِ عظام علیہم السلام کو دیا۔" (۱)

شیخ فریابی نے اپنی "تفسیر" میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ: " اس امت کو تین ایسی خصلتیں دی گئیں ہیں جو صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو دی گئی ہیں۔ نبی سے کہا جاتا تھا: "بلّغ و لا حرج و أنت شهيد علىٰ قومك "

ترجمہ: احکام الٰہی کی تبلیغ کرو۔ دین میں کوئی حرج نہیں۔ تم اپنی قوم پر گواہ ہو جاؤ۔ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور اس امت سے فرمایا:

" مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ "(۲)

ترجمہ: تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

فرمایا: " وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ "(۳)

ترجمہ: اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔

فرمایا: " اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "(۱)

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقى، جماع أبواب صفة رسول الله ﷺ، باب صفة رسول الله ﷺ فى التوراة والإنجيل... إلخ، ۱/ ۳۸۰

(۲) الحج: ۲۲/ ۷۸

(۳) الحج: ۲۲/ ۷۸

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

حضرت ابو نُعیم اور امام بیہقی دونوں نے ”دلائل النبوۃ “(۲) میں حضرت کعب سے روایت کی، انہوں نے کتاب اللہ کی روشنی میں فرمایا کہ: قیامت کے دن ہر نبی کے لیے دو نور ہوں گے اور ان کے متبعین کے لیے ایک نور اور حضور ﷺ کے لیے چہرۂ اقدس اور سر مبارک کے ہر بال کے برابر ایک نور ہو گا اور حضور ﷺ کے متبعین کے لیے دو نور ہوں گے جن کی روشنی میں وہ ایسے ہی چلیں گے جس طرح انبیاے کرام علیہم السلام اپنے نور کی روشنی میں چلیں گے۔

اس امت کی خصوصیات بہت ہیں۔ جو ہم نے پیش کی ہیں یہاں اتنی ہی کافی ہیں۔

قولِ راجح کی دلیلوں کا بیان

پہلی دلیل:

” وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۧ “(۳)

ترجمہ: ”اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس نے تمہیں پسند کیا۔ اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو۔ اور تم

---

(۱) المؤمن: ٤٠/ ٦٠
(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما جاء فی الرجل الذی رأی فی منامہ النّاس... إلخ، ٧/ ٣٩
(۳) الحج ٢٢/ ٧٨

اور لوگوں پر گواہی دو۔تو نماز برپا رکھو۔اور زکوٰۃ دواور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو۔وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مدد گار۔

ضمیر ”ھو“ کے بارے میں اختلاف ہے ۔آیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے یا باری تعالیٰ کی طرف۔اس میں دو قول ہیں۔عنقریب اسے بیان کیا جائے گا۔

ماسبق میں ذکر کردہ امور کی طرح ارشاد باری ”سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ“ امت محمدیہ کے ساتھ خاص نہیں تو اسے بطور خاص ذکر کرنے اور ماسبق سے ملا کر ذکر کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔

شیخ جلال الدین بن ملقن نے مجھ سے براہ راست حضرت ابو الفرح العزی سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ ہمیں یونس بن ابراہیم نے ابوالحسن بن مقیر سے، ہمیں حافظ ابوالفضل بن ناصر نے مندہ سے اجازت لے کر، ہمیں میرے والد نے، ہمیں محمد بن حاتم نے اپنی تفسیر میں، ہمیں ابویزید القراطیسی نے اس خط میں جو انہوں نے میرے پاس لکھا، ہمیں اصبغ نے خبر دی کہ میں نے حضرت ابن زید کو باری تعالیٰ کے قول:”سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ“ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے علاوہ کسی امت کو اسلام سے یاد نہیں فرمایا اور نہ ہی ہم نے کسی امت کے بارے میں سنا کہ اسے اسلام سے یاد کیا جاتا ہے سوائے اس امت کے۔ (۱)

یہ اسناد حضرت ابن زید تک صحیح ہے۔اور حضرت ابن زید کا منصب تبع تابعین میں امامِ تفسیر کا ہے۔

حضرت ابن منذر، اور ابن ابی حاتم نے عطا کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے:”هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ“ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

---

(۱) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، الحج، تحت الآیة:۷۸، ٦/ ۲۷۷

(۱)

حضرت ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی۔ انہوں نے: "هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی تمام کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اورآگے جو "ھٰذا" ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد قرآن مقدّس ہے۔ (۲)

حضرت عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے: "هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس میں یعنی تمہاری کتاب میں۔ (مرجع سابق) (۳)

حضرت عبد بن حمید اور ابن منذر نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی۔ انہوں نے "هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ" کی تفسیر میں فرمایا: "من قبل "یعنی توریت اور انجیل میں اور "ھٰذا" یعنی قرآن میں (تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔)

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل بن حیان سے روایت کی، انہوں نے: "هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ" کی تفسیر میں فرمایا: "مِنْ قَبْلُ" سے "ام الکتاب "(لوح محفوظ) اور "ھٰذا" سے قرآن مقدّس مراد ہے۔

یہ مفسرین ائمہ سلف جیسے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نُصوص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کا نام ام الکتاب، توریت، انجیل، اور بقیہ تمام آسمانی کتابوں میں مسلمان رکھا ہے۔ اور قرآن مجید میں دیگر امتوں کے مقابلے میں انہیں اس نام سے خاص کر دیا۔

اس امت کو مسلمان کے نام سے موسوم کیے جانے کے سلسلے میں کُتُبِ الٰہیہ سے

---

(۱) تفسير ابن أبي حاتم الرّازی، الحج، تحت الآية: ۷۸، ٦/ ۲۷٦

(۲) تفسير ابن أبي حاتم الرّازی، الحج، تحت الآية: ۷۸، ٦/ ۲۷٦

(۳) تفسير ابن أبي حاتم الرّازی، الحج، تحت الآية: ۷۸، ٦/ ۲۷٦. ۲۷۷

مزید شواہد پیش کیے جائیں گے۔

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے روایت کی، انہوں نے ”هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ“ کی تفسیر میں فرمایا:

”ھو“ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیا تمہیں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں دکھتا: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ (۱)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ (۲)

دوسری دلیل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ (۳)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جملے سے خود اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لیے دعا کی اور یہ دونوں نبی ہیں۔ پھر اپنی ذُریت سے ہونے والی امت کے لیے دعا کی اور وہ

---

(۱) البقرة: ۲/ ۱۲۸

(۲) تفسير ابن أبي حاتم الرّازي، الحج، تحت الآية: ۷۸، ۶/ ۲۷۷

(۳) البقرة: ۲/ ۱۲۸

یہی امت ہے۔اس لیے کہ اس کے بعد فرمایا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ (۱)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب، اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔ بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اور یہ رسول بالاجماع نبی کریم ﷺ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں دعائیں قبول کیں۔

(۱) اس امت میں نبی کریم ﷺ کی بعثت۔

(۲) اور اس (امت محمدیہ) کا نام مسلمان رکھنا۔

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: "مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ" (۲) سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا: اس کا سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت سلام بن ابی مطیع سے روایت کی، انہوں نے: "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ دونوں مسلمان تھے لیکن انہوں نے اللہ ربّ العزّت سے اسلام پر ثابت قدمی کی دعا مانگی۔(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱/ ۲۳٤) (۳)

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کی انہوں نے ارشاد باری: "وَمِنْ

---

(۱) البقرة: ۲/ ۱۲۹

(۲) سورۃ الحج: ۲۲/ ۷۸

(۳) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱۲۸/ ۲۰۸

ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ "اور" وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ" کی تفسیر میں فرمایا: حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے "ذُرِّيَّتِنَآ" سے عرب کو اور "رَسُوْلًا" سے حضرت محمد بن عبد اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مراد لیا ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم / ۱ / ۲۳۶) (۱)

حضرت ابن جریر اور ابن حاتم نے "وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ" کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: اس سے اُمتِ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مراد ہے۔ حضرت سے فرمایا گیا۔ تمہاری دعا قبول ہوئی، وہ رسول آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔ (۲)

تیسری دلیل:

باری تعالیٰ کا قول: " حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۪ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ "(۳)

ترجمہ: تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اور وہ جو گلہ گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو۔ اور جو

---

(۱) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۲۸، ۱، ۱۲۹/ ۲۰۹، ۲۱۰
(۲) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱، ۱۲۹/ ۲۱۰
(۳) المائدۃ: ۵/ ۳

کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی۔ تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو! آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ قول وضاحت کر رہا ہے کہ صفتِ اسلام اسی دین کے ساتھ خاص ہے۔ اگر تم کہو کہ کوئی ضروری نہیں کہ صفتِ اسلام اسی دین کے ساتھ خاص ہے تو میں کہوں گا کہ تمہاری یہ بات علمِ معانی کے اُصول سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ "لَكُمُ" کی تقدیم اس بات کو بتانے کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لیے " اسلام" کو پسند کیا۔

اس تقدیم کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے لیے لفظ " اسلام" کو پسند نہیں فرمایا جیسا کہ صاحب کشاف نے:" وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ "(۱)

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں۔

کی تفسیر میں فرمایا: اس میں " هُمْ " کی تقدیم اہلِ کتاب پر تعریض ہے کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔(۲)

اور یوں ہی اصفہانی نے:" وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ "(۳)

---

(۱) البقرة: ۲/ ٤

(۲) تفسير الكشّاف، البقرة، تحت الآية: ۱، ٤/ ٥۱

(۳) البقرة: ۲/ ۱٦۷

ترجمہ: اور کہیں گے پیرو، کاش! ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی۔ یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں ہو کر۔ اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں..... کی تفسیر میں فرمایا:

اس میں "هُمْ" کی تقدیم اس بات کا افادہ کرتی ہے کہ کفّار کے علاوہ سارے موحد جہنم سے نکالے جائیں گے۔

چوتھی دلیل:

یہ آیتِ کریمہ ہے: "اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ "(۱)

ترجمہ: بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔ اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرماں بردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو! اور مجھ سے ڈرو! اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو!۔ اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے۔ وہی لوگ کافر ہیں۔

اسی آیت مبارکہ سے انہوں نے استدلال کیا جنہوں نے کہا کہ اسلام انبیا علیہم السلام کی صفت ہے نہ کہ ان کے امتیوں کی۔

حضرت ابن منذر اور ابن جریج نے "يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ" کی تفسیر میں حضرت عکرمہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ اور آپ سے پیشتر انبیائے کرام علیہم السلام، علماء، فقہاء، سب توریت کی آیات حقہ کے مطابق یہود کے لیے فیصلے کیا

(۱) سورۃ المائدہ: ۵/ ٤٤

کرتے تھے۔ (۱)

پانچویں دلیل:

اسحاق ابن راہویہ نے اپنی ''مسند'' میں، ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں حضرت مکحول سے روایت کی، انھوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص پر حق تھا۔ اس کے پاس گئے اور اپنا حق طلب کرتے ہوئے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر پر فضیلت عطا فرمائی۔ میں تمھیں چھوڑوں گا نہیں (جب تک کہ اپنا حق نہ لے لوں)۔ یہودی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر پر فضیلت نہیں دی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے طمانچہ رسید کر دیا۔ یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر اس واقعہ کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ اے یہودی سن! آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ نجی اللہ ہیں، عیسیٰ روح اللہ ہیں، اور میں حبیب اللہ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ بلکہ اے یہودی! اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے دو ایسے ناموں کا انتخاب کیا جن سے میری امت کو موسوم کیا اور وہ دونوں نام میری امت کو تفویض کر دیا۔

(۱) سلام۔ اسی سے میری امت کو مسلمین کہا۔

(۲) مؤمن۔ اسی سے میری امت کو مؤمنین کہا۔

بلکہ اے یہودی! تم نے اس دن کو طلب کیا جو ہمارے لیے چھپایا گیا۔ ہمارے لیے آج، تمھارے لیے کل اور نصاریٰ کے لیے پرسوں ہے۔ بلکہ اے یہودی! تم اگلے ہو اور ہم پچھلے ہیں۔ پھر بھی قیامت کے دن آگے ہوں گے۔ بلکہ جنت تمام انبیاے کرام علیہم السلام پر حرام ہوگی جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں۔ (مُصنّف ابن ابی شیبہ: ۱۱ / ۵۱۱) (۲)

یہ حدیث پاک صراحت کرتی ہے کہ امت محمدیہ ہی صفت اسلام سے متصف ہے۔

---

(۱) تفسیر الطّبری، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٤، ٤ / ٥٨٩. ٥٩٠

(۲) المصنّف لابن أبی شیبۃ، کتاب الفضائل، باب ما أعطی اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم، برقم ١٦، ٣٢٤٦٢ / ٥١٢. ٥١٣

یوں ہی حدیث پاک میں ذکر کردہ تمام اوصاف امتِ محمدیہ کی خصوصیات ہیں اور اگر تمام امتیں صفت اسلام میں اس امت کے ساتھ شریک ہوتیں تو اسے باب فضیلت میں بیان کرنا درست نہیں ہوتا کیونکہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح ہیں اور بقیہ تمام امتیں بھی۔

چھٹی دلیل:

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی "تاریخ "(۱) میں، امام نسائی نے اپنی " سُنَن "(۲)میں اور ابن مردویہ نے اپنی " تفسیر "میں " هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۬ " کی تفسیر میں حضرت حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جاہلیت کی پکار پکاری یعنی ان کے جیسا نوحہ کیا، غیر شرعی الفاظ بکے وہ جہنمی ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ فرمایا: ہاں اے اللہ کے بندو! تم جائز کلمات زبان سے نکالو جس نے تمہارا نام مسلمان اور مؤمن رکھا۔

ساتویں دلیل:

ابن جریر نے اپنی" تفسیر "میں حضرت قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: ہم سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب یہ آیت کریمہ:"يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا " نازل ہوئی تو ہم، یہود اور ان کے علاوہ دیگر ادیان کے ماننے والوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے۔(۳)

یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے بھی یہی سمجھا کہ اسلام انھیں کے دین کے ساتھ خاص ہے۔

---

(۱) کتاب التاریخ الکبیر، باب الحاء، برقم ۲۳۹۱،۲/ ۲۴۱.۲۴۰، وفیہ: أدعوا بدعوى الله التي سماكم الله المسلمين المؤمنين عباد الله

(۲) السُّنن الکبری، کتاب السّیر، باب الوعید لمن دعا بدعوى الجاهلية، برقم ۸۸۶۶،۵/ ۲۷۲

(۳) تفسیر الطّبری، المائدة، تحت الآیة:۴۴،۴/ ۵۸۹

آٹھویں دلیل:

ابن جریر نے ”وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: ہم سے بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن ہر دین کے ماننے والوں کے سامنے ان کا دین شبیہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔ رہا ایمان تو صاحب ایمان کو خوش خبری دے گا اور ان سے خیر کا وعدہ کرے گا یہاں تک کہ اسلام آئے گا اور کہے گا اے رب! تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں۔(۱)

یہ حدیث پاک مُوقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اس لیے ایسی حدیث رائے سے پیش نہیں کی جاسکتی۔

یہ حدیث پاک صراحت کرتی ہے کہ اسلام اس دین کے ساتھ خاص ہے ہر دین حق پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کیا گیا جو اہل ادیان سے متعلق ہے۔ اسی لیے حضرت ابن جریر نے اس حدیث پاک کو اس آیت کریمہ کے تحت ذکر کیا جو دلالت کرتی ہے کہ اسلام اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اس حدیث سے سابقہ حدیث ” هو السلام ، وسمى بها أمتي المسلمين “ کی تائید ہو جاتی ہے۔

نویں دلیل:

حضرت ابو نُعیم نے ”دلائل النبوّة“ میں حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں ایک اُمّی نبی مبعوث کرنے والا ہوں جس کی جائے پیدائش ”مکہ“ اور جائے ہجرت ” طیبہ “ ہوگی وہ میرا محبوب بندہ ہوگا۔ مجھ پر بھروسہ کرے گا یہاں تک کہ فرمایا: اسلام اس کا دین ہوگا اور احمد اس کا نام ہوگا۔(۲)

---

(۱) تفسیر الطّبری، المائدۃ، تحت الآیة: ٣،٤/ ٤٢١

(۲) دلائل النبوة للأصبهاني ،الفصل الخامس: ذكره في الكتب المتقدمة والصّحف...إلخ، ص ٣٦.٣٥

یہ حدیث پاک بھی صراحت کرتی ہے کہ اسلام اسی دین کے ساتھ خاص ہے۔ یہی وہ حدیث پاک ہے جس کو صاحبِ شفانے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ تعجب ہے اس پر جس نے اس حدیث کو پڑھا، سنا لیکن سمجھا نہیں۔

حضرت ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ اسلام کے ساتھ مبعوث کیے گئے اور اسی کو دین ابراہیم کہا جاتا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کے دین کو یہودیت اور نصرانیت کہا جاتا ہے۔

دسویں دلیل:

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ”وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ“ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ اسلام کی سہولت و یسر کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں توبہ اور کفارات رکھا ہے۔(۱)

حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم پر دین میں چوری کرنے اور زنا کرنے میں حرج نہیں ہے ؟ فرمایا: کیوں نہیں ۔ کہا گیا تب ”وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ“ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: وہ مشقت جو بنی اسرائیل پر تھی تم پر نہیں ہے۔ (۲)

یہ حدیث پاک بھی صراحت کرتی ہے کہ اسلام ہی آسان شریعت ہے۔ بر خلاف یہودیت اور نصرانیت کے جو مشقت و حرج پر مشتمل ہے کیونکہ اسے اسلام نہیں کہا جاتا۔

گیارہویں دلیل:

حضرت امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:

---

(۱) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، الحج، تحت الآیة: ٧٨، ٦/ ٢٧٦
(۲) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، الحج، تحت الآیة: ٧٨، ٦/ ٢٧٦

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:میں ”حنيفية سمحة “ کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔(١)

حضرت ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: عرض کیا گیا : یارسول اللہ ﷺ کونسا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب ہے؟ارشاد فرمایا : ”حنيفية سمحة “ (٢)

حنیفیہ ہی اسلام ہے۔ دلیل وہ حدیث پاک ہے جو حضرت ابن منذر نے حضرت سدی سے روایت کی۔ حضرت سدی نے فرمایا: حنیف ” مسلّم “ ہے۔(٣)

ابو شیخ بن حیان نے اپنی تفسیر میں سورۂ انعام کے اختتام میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت کی۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں فطرت اسلام، کلمۂ اخلاص اور ابراہیم کے دین پر ہوں جو ہر باطل سے جدا مسلمان تھے۔اور مشرکوں سے نہ تھے۔

تو حضور ﷺ کا فرمان ” حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ“اللہ تعالیٰ کے قول ”وعلى ملّة إبراهيم“ کی تفسیر ہے۔

ان سارے دلائل سے معلوم ہوگیا کہ ” اسلام “ نبی کریم ﷺ کے دین کے ساتھ خاص ہے جس کے ساتھ حضور ﷺ مبعوث کیے گئے اور جو دین اِبراہیم علیہ السلام کے موافق ہے۔

بارہویں دلیل:

ارشادِ ربّانی: مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝٦٧ (٤)

ترجمہ: ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

---

(١) مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي أمامة الباهلى الصُّدى...إلخ، برقم: ٢٢٢٩١، ٣٦/ ٦٢٤
(٢) تفسير ابن المنذر، آل عمران، تحت الآية: ٩٥، ١/ ٢٩٣
(٣) الدّر المنثور في التفسير بالمأثور، البقرة، تحت الآية: ١٣٥، ١/ ٣٠٦
(٤) ال عمران: ٣/ ٦٧

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ کے دین کو "یہودیت" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو "نصرانیت" اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو "حنیفیہ" کہا جاتا ہے۔ اسی دین کے ساتھ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مبعوث کیے گئے۔

یہ آیت کریمہ صراحت کرتی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی شریعت کو اسلام کہا جاتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو مسلمان کہا جاتا ہے۔

تیرہویں دلیل:

باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ (۱)

ترجمہ: اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

یہ آیتِ کریمہ سابقہ آیت مبارکہ کی طرح ہمارے مدّعا پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بھی وہی صراحت ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے لیے کبھی اسلام کا دعویٰ نہیں کیا۔

چودہویں دلیل:

ارشادِ باری: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ (آل عمران: ۳/ ۶۵)

ترجمہ: اے کتاب والو! ابراہیم کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو؟ توریت وانجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

حضرت ابن جریر (۲) اور ابن منذر (۳) نے حضرت قتادہ سے روایت کی، انہوں

---

(۱) البقرۃ: ۲/ ۱۳۵

(۲) تفسیر الطّبری، آل عمران، تحت الآیۃ: ۶۵،۳/ ۳۰۳

(۳) تفسیر ابن المنذر، آل عمران، تحت الآیۃ: ۶۵،۱/ ۲۴۳.۲۴۴

نے فرمایا: ہم سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کے یہودیوں کو بلایا جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باب میں جھگڑا کیا اور یہ گمان کر رکھا تھا کہ وہ یہودی ہو کر مرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کتاب والو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو؟ اور تم گمان رکھتے ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے جبکہ توریت اور انجیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی تو یہودیت، نزولِ توریت، اور نصرانیت ،نزولِ انجیل کے بعد ہوئی۔

حضرت ابن ابی حاتم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت سدی سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا: نصاریٰ نے کہا: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نصرانی تھے اور یہود نے کہا: یہودی تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ توریت و انجیل کا نزول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوا ہے اور انہی کے بعد یہودیت اور نصرانیت وجود میں آئی ہے۔(۱)

یہ حدیث پاک بھی صراحت کرتی ہے کہ شریعتِ توریت کو یہودیت اور شریعتِ انجیل کو نصرانیت کہا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کو اسلام سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔

پندرہویں دلیل:

ارشاد ربانی: فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۟ (۲)

ترجمہ: پھر اے محبوب! اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں۔ اور جو میرے پیرو ہوئے۔ اور کتابیوں اور اَن پڑھوں سے فرماؤ۔ کیا تم نے

---

(۱) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، آل عمرٰن، تحت الآیۃ: ۲، ۶۵/ ۱۶۷

(۲) ال عمران: ۳/ ۲۰

گردن رکھی۔ پس اگر وہ گردن رکھیں جب توراہ پاگئے اور اگر منھ پھیریں توتم پر تو یہی حکم پہنچادینا ہے۔اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اسلام اسی دین کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ تو جب اہلِ کتاب سے کہا جاتا تھا کہ کیا تم اسلام لائے ؟ تو کہتے تھے ہم ’’ مسلمان ‘‘ ہیں اور ہمارا دین ’’اسلام‘‘ ہے۔

سولہویں دلیل:

حضرات شیخین نے حدیث ’’ بدء الوحی ‘‘ میں ورقہ کے حق میں راوی کا قول نقل کیا کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں نصرانی تھے (۱) ۔ پس اگر دین عیسیٰ علیہ السلام دین اسلام ہوتا اور اس مذہب کے پیروکار مسلمان ہوتے تو حدیث کے راوی یوں کہتے ’’ وکان إمرأ أسلم فی الجاھلیة ‘‘ انہوں نے دور جاہلیت میں اسلام قبول کرلیا تھا۔(۲)

سترہویں دلیل:

حضرت ابن ابی حاتم اور ابو شیخ ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: یہود کو ’’ یہودیت ‘‘ کے نام سے موسوم کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول ’’اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ‘‘ کی وجہ سے اور نصاریٰ کو ’’ نصرانیت ‘‘ کے نام سے موسوم کیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ (۳)

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا۔ بولا کون میرے مدد گار ہوتے ہیں اللہ کی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، برقم۱، ۳/ ٦

صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، برقم: ۱، ۲۵۲/ ۱۴۲

(۲) حالانکہ راوی نے کہا "تنصر فی الجاھلیة"

(۳) آل عمران ۳/ ۵۲

طرف؟حواریوں نے کہا۔ ہم دین خدا کے مدد گار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں ”کی وجہ سے۔(۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے نبی ہی کے زمانے سے ان ناموں سے موسوم ہوگئے اورانہوں نے خود کو کبھی مسلمان نہیں کہا اور یہ بات کسی سے منقول بھی نہیں اور نہ ہی خود ان سے منقول ہے تو کیسے ان کو ایک ایسے عظیم وصف سے یاد کیا جائے؟ جس کا انہوں نے خود اپنے لیے دعویٰ نہیں کیا۔

اٹھارہویں دلیل:

امام ابو داؤد، امام نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ان کے علاوہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ،انہوں نے فرمایا: ایک انصاری عورت جس کا کوئی بچہ زندہ نہیں بچتا تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اُس کا بچہ زندہ رہا تو اس کو یہودی بنائے گی تو جب اسلام آیا.... الیٰ آخر الحدیث۔(۲)

یہ حدیث پاک صراحت کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین حق کا نام یہودیت تھا اسلام نہیں۔

انیسوں دلیل:

امام مسلم(۳) وغیرہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

(۱) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، الأعراف، تحت الآیة: ۱۵٦،٤ / ۱۹۷، فی آخر العبارة: كَلِمَةُ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُونُوٓا أَنصَارَ اللهِ

(۲) سُنَنِ أبی داود، کتاب الجهاد، باب فی الأسیر یکره علی الإسلام، برقم ۳، ۲٦۸۲/ ۹۲

صحیح ابن حبان، کتاب الإیمان، باب التکلیف، ذکر الإخبار عن الحالة التی من أجلها...إلخ، برقم ۱، ۱٤۰/ ۱۷۷

السّنن الکبری، کتاب التفسیر، قوله تعالی: لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ، برقم: ٦، ۱۱۰٤۸/ ۳۰٤

(۳) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمّد صلی الله علیه وسلم إلی جمیع النّاس ونسخ الملل بملة، برقم ۱، ۲٤۰/ ۱۳٤

روایت کی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس امت میں سے کوئی خواہ یہودی ہو یا نصرانی میرے بارے میں سنے، پھر میری لائی ہوئی باتوں پر ایمان نہ لائے اور اسی حال میں مر جائے تو وہ جہنمی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اہلِ کتاب میں سے ہر ایک کو یہودی یا نصرانی سے موسوم کیا لیکن ان میں سے کسی پر بھی لفظ ''اسلام'' کا اطلاق نہیں کیا۔ اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں۔

بیسویں دلیل:

تمام مخلوق، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مختلف مذاہب و مسالک کے علماء، فقہاء، سارے مسلمان یہاں تک کہ عورتیں اپنے گھروں میں، بچے، یہود، نصاریٰ، مجوسی اور بقیہ تمام فرقے یہاں تک کہ آخری زمانے میں جانور اور پتھر کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو دینِ موسیٰ علیہ السلام پر ہے وہ یہودی ہے اور جو دینِ عیسیٰ علیہ السلام پر ہے وہ نصرانی ہے اور جو ہمارے نبی ﷺ کے دین پر ہے وہ مسلمان ہے۔ اس میں بڑا، چھوٹا، عالم، جاہل، مسلمان، کافر کوئی اس سے اختلاف کی جرأت نہیں کر سکتا۔ شاید تمہارا خیال ہو کہ یہ ایسا اجماع ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اس کی بنیاد غلط ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہی حق ہے اور واقع کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی صحیح بات کی ہدایت دینے والا ہے۔

﴿ان دلیلوں کا بیان جن کے ذریعہ قولِ آخر پر دلیل پیش کی گئی ہے﴾

باری تعالیٰ کے قول: ''فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾ (۱)''

ترجمہ: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾ (۲)

ترجمہ: تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

---

(۱) الذّٰریٰت: ۵۱/ ۳۵

(۲) الذّٰریٰت: ۵۱/ ۳۶

سے استدلال کیا گیا۔

اس کا تحقیقی جواب وہی ہے جو صاحب قول راجح نے پیش کیا کہ اس وصف کا اطلاق قدیم زمانوں میں انبیائے کرام علیہم السلام پر ہوتا تھا۔ آیتِ کریمہ میں جس گھر کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام کا گھر ہے ۔ اس میں صرف آپ اور آپ کی مسلمان بیٹیاں تھیں اور آپ نبی ہیں۔ اسلام کا اطلاق حضرت لوط علیہ السلام پر اصالۃً درست ہے۔ آپ کی بیٹیوں پر اطلاق یا تو تغلیباً ہے یا تبعاً کیونکہ اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ انبیاے کرام علیہم السلام کی اولاد ایسی خصوصیتوں سے مختص ہوں جن میں بقیہ امتیں ان کی شریک نہ ہوں جیسے ہمارے نبی ﷺ کے بیٹے سیدنا ابراہیم اس خصوصت سے مختص ہیں کہ اگر زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔

اور جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ ان سے کوئی نکاح نہیں کر سکتا اور جیسے حالت حیض و جنابت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجد میں رہ سکتی ہیں۔ اسی طرح دیگر ازواج مطہرات کو یہ خصوصیت حاصل ہے۔ ایسے ہی حضرت علی بن ابی طالب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حالتِ جنابت میں مسجد میں ٹھہر سکتے ہیں۔ یہ ساری خصوصیتیں نبی کریم ﷺ کی تبعیت کے طور پر ہیں۔ پس اسی طرح اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ اولاد، انبیا علیہم السلام کے تابع ہو ان اوصاف سے متصف ہوں جن سے ان کے والدین کریمین متصف ہیں۔

اسی طرح اولاد یعقوب علیہ السلام کے تعلق سے باری تعالیٰ کا یہ فرمان: اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾ (۱)

ترجمہ: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے۔ جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے

(۱) البقرۃ: ۲/ ۱۳۳

بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا، اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ’’ مُسۡلِمُوۡنَ ‘‘ کا لفظ تبعاً ہے جبکہ وہ انبیا نہ ہوں بایں ہمہ حضرت یوسف علیہ السلام قطعی طور پر نبی ہیں۔ بہت ممکن ہے انہوں نے ہی جواب دیا ہو۔ اپنے بارے میں اصالۃً خبر دی ہو اور تبعاً اپنے بھائیوں کو شامل کرلیا ہو اور اگر وہ لوگ انبیا تھے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: وَقَالَ مُوۡسٰی یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾ (۱)

ترجمہ: اور موسی نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو۔

(مُّسۡلِمِیۡنَ) یا تو تغلیب پر محمول ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا اور ان میں ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام وحضرت یوشع علیہ السلام بھی ہیں اور یہ دونوں نبی ہیں اور بقیہ لوگوں کو وصف میں تغلیباً درج کرلیا یا اس پر محمول ہے کہ مراد یہ ہے، اگر تم میرے فرمانبردار ہوئے اس میں جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔

یہ وہ آیتیں ہیں جو درسِ تفسیر کے دوران ایک مرتبہ میرے سامنے پیش کی گئیں تو میں نے ان کا اسی طرح جواب دیا۔ اور کسی کو ان آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا، ہاں ابن صلاح کو اس آیت ’’ وَوَصّٰی بِہَاۤ اِبۡرٰہٖمُ بَنِیۡہِ وَیَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ ‘‘ (۲)

ترجمہ: اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے

---

(۱) یونس: ۱۰/ ۸٤

(۲) البقرۃ: ۲ / ۱۳۲

میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چُن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔
سے استدلال کرتے ہوئے دیکھا۔

یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہی تھی۔ ہر نبی کے بیٹوں کے بارے میں اس آیت سے استدلال کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے دین پر اس کا اطلاق لازم نہیں آتا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اسلام نہیں کہا جاتا۔ اور اسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ اسی دین پر حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی اولاد تھیں، پس ان کو اس نام سے مخاطب کرنا تو صحیح ہے۔ اس نام سے ان حضرات کو موسوم نہیں کی جاسکتا جن کا دین ”یہودیت“ یا ”نصرانیت“ ہے۔

میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ابن صلاح کے اس موقف پر ارشاد باری تعالیٰ: ”وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ سے اعتراض کیا اور کہا کہ اس آیت کا کیا فائدہ؟ جب سب کے سب مسلمان کہلاتے تھے۔

دلائل کی روشنی میں قول محقق وہی ہے جس کو ہم نے راجح قرار دیا ہے کہ دوسری امتوں کے بالمقابل امت محمدیہ کو اس لفظ (اسلام) کے ساتھ مختص کیا گیا اور اگر سابقہ امتوں پر اس لفظ کا اطلاق ہوا بھی ہے تو نبی پر ہوا ہے، اور اولادِ نبی پر تبعاً ہوا ہے، یا ایسی جماعت پر ہوا ہے جس میں کوئی نبی ہے۔

اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴿١١١﴾ (۱)

ترجمہ: اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ! بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

---

(۱) المآئدۃ: ۵/ ۱۱۱

کیونکہ ان میں حواری وہی تین حضرات ہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ‌ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ‌ۚ‏ ﴿۱۳﴾ (۱)

ترجمہ: اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔

اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ‏ ﴿۱۴﴾ (۲)

ترجمہ: جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے۔ پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا۔ اب ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

علمائے کرام نے صراحت کی ہے کہ وہ تینوں حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ تینوں نبی ہیں۔ ان کی جانب وحی کے ذکر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام راغب نے "يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا" کی تفسیر میں فرمایا: اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں فرمانبردار انبیا یعنی صاحب شریعت، اور حکم الٰہی کے مطابق ہدایت دینے والے اُولو العزم انبیا کے تابع فرمان غیر اُولو العزم انبیاء علیہم السلام۔(۳)

فصل:۱

دوسرے مذہب کی تائید میں ایک شخص نے یہ دلیل پیش کی: شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰٓى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ‌ؕ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ

(۱) یٰس: ۳۶/ ۱۳
(۲) یٰس: ۳۶/ ۱۴
(۳) مفردات ألفاظ القرآن، کتاب السّین، ص ۴۲۴

مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ (۱)

ترجمہ: تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنے قریب کے لئے چُن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے۔

اس کی اس دلیل پر بڑا تعجب ہے کیونکہ آیتِ کریمہ سے مراد یہ ہے کہ تمام شریعتیں اصلِ توحید میں برابر ہیں حالانکہ اسلام صرف توحید کا نام نہیں ہے بلکہ شریعت کے اپنے تمام فروع واعمال کے مجموعے کا نام ہے۔

اس آیت مبارکہ سے استدلال کرنے والا یاتو یہ گمان کرتا ہے کہ اسلام کا اطلاق اعمال پر نہیں ہوتا یا اس گمان میں ہے کہ فروع میں تمام شریعتیں برابر ہیں۔ اور یہ دونوں قائل کی جہالت کا پتہ دیتے ہیں۔ ہاں اگر مان لیا جائے کہ فروع میں تمام شریعتیں برابر ہیں تب تو اس آیت سے استدلال درست ہی نہ ہو گا؛ کیونکہ محل نزاع ایک امرِ لفظی ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا ان تمام شریعتوں کو اسلام سے موسوم کیا جائے یا نہیں؟ قطعِ نظر اس سے کہ وہ تمام شریعتیں فروع میں متفق ہیں یا مختلف؟

اس اختلاف کی بنیاد ایک قاعدہ پر ہے کہ اطلاق، ورود پر مُوقوف ہے اور جس پر احادیث و آثار وَارد ہیں۔ وہ یہ کہ سابقہ کسی بھی شریعت پر اسلام کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے اگرچہ وہ برحق ہو۔ جس طرح کسی سابقہ کتاب پر قرآن کا اطلاق نہیں ہوتا اگرچہ اس میں معنیٔ ضم و جمع موجود ہو اور جس طرح قرآنی آیات کے آخری جزو پر سجع کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ فواصل کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ورودِ شرع پر موقوف ہیں جیسا کہ امام نووی نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے حق میں ''عزّ و جلّ'' نہیں بولا جاتا ہے اگرچہ حضور ﷺ عزیز و

(۱) الشّوریٰ ۴۲/ ۱۳

جلیل ہیں اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کے حق میں ”صلی اللہ علیہ وسلم“ نہیں بولا جاتا ہے اگرچہ صلاۃ بمعنی رحمت ہے اور رحمت کا ان انبیا پر اطلاق ہوتا ہے اور ان پر ”علیہ الرحمہ“ بھی نہیں بولا جاتا ہے۔ یہ سب ورودِ شرع پر موقوف ہے۔

ماسبق میں حضرت ابن زید کی روایت گزر چکی، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس دین کے علاوہ کسی دین کے ساتھ اسلام کا ذکر نہیں کیا۔(۱)

حضرت ابن زید اُن ائمہ سلف میں سے ایک ہیں جو قرآن و تفسیر کے عالم ہیں۔ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ وہ ان آیات سے غافل تھے جن سے اس قائل نے استدلال کیا ہے۔ ہرگز نہیں، حضرت ابن زید ان آیات سے غافل نہیں تھے بلکہ ان کی تاویلات کا بھی علم رکھتے تھے۔ اور جواب کے مدرکات (مقامات) سے بھی واقف تھے۔

اور ان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہے جو تمام مخلوق میں کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے صراحت فرمادی ہے کہ اسلام میری امت کے دین کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کا ذکر ایک یہودی سے کیا، یہ واضح کرتے ہوئے کہ ان کی امت بقیہ تمام امتوں سے ممتاز ہے۔

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ حضور ﷺ نے اسلام پر دلالت کرنے والی آیات سے یہی سمجھا اور یہی جانا کہ دوسری آیتیں ان آیات کے معارض نہیں ہیں تو وہ بات ارشاد نہ فرماتے اور اگر امم سابقہ پر مسلمان کا اطلاق نہ ہوتا تو یہودی حضور ﷺ سے ضرور کہتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت بھی مسلمان ہے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی امت کو دوسری امتوں پر کوئی امتیازی برتری حاصل نہیں ہوتی۔

تعجب ہے اس شخص پر جو قرآنی آیتوں سے استدلال کرتا ہے حالانکہ اسے حدیث کا بھی علم نہیں۔

---

(۱) تفسیر الطّبری، الحجّ، تحت الآیۃ: ۷۸، ۹/ ۱۹۴

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ کلامِ مقدس میں محمل، مبہم، اور مجمل آیتیں ہیں اور تینوں طرح کی آیتیں فہمِ معنی میں ان احادیث کی محتاج ہیں جو ان کی تشریح، تعیین اور مراد کی وضاحت کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو تم سے آیات متشابہات میں جھگڑیں گی تو تم ان کا اَحادیث سے مواخذہ کرو کیونکہ محدثین کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔(۱)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خوارج کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جاؤ، ان سے مناظرہ کرو اور قرآن پاک کو بطورِ دلیل پیش نہ کرو کیونکہ اس میں متعدد وُجوہ ہوتے ہیں۔ ہاں! ان سے احادیث کے ذریعہ مناظرہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم کتاب اللہ کے جو ہمارے گھر میں نازل ہوئی ہے ان سے زیادہ جانکار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سچ کہہ رہے ہو لیکن قرآن مقدّس متعدّد وجوہ کا حامل، خوبصورت کلام ہے۔ تم بھی اسی قرآن سے دلیل پیش کروگے اور وہ بھی اسی قرآن سے دلیل پیش کریں گے لیکن تم ان کے سامنے احادیث کو بطورِ دلیل پیش کرو کیونکہ وہ ان سے ہر گز راہِ فرار نہیں پائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کے پاس گئے اور جب اَحادیث کے ذریعہ مناظرہ کیا تو ان کے پاس کوئی دلیل نہ رہی۔(۲)

حضرت یحیٰ بن ابن کثیر نے فرمایا: حدیثِ پاک، کلامِ مقدّس کا فیصلہ یعنی اس کی وضاحت کرتی ہے۔ حضرت امام فخر الدین رازی نے فرمایا: قرآن مقدس دو طرح کی آیتوں

---

(۱) سُنن الدّارمیّ، المقدمة، باب التورع عن الجواب فیما لیس فیه کتاب و لا سنّة، برقم: ۱، ۱۱۹/۱/ ۳۷

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد، عبد اللہ بن العبّاس، ذکر مشارکته فی الأحداث العامة، ۱/ ۱۸۰.۱۸۱

پر نازل کیا گیا ہے:

(۱) محکم (۲) متشابہ۔

تاکہ اس میں ہر صاحبِ مذہب کے لیے گنجائش رہے۔

تمام اربابِ مذاہب، کلام مقدس میں غور کرتے ہیں، اس امید پر کی ہر ایسی دلیل مل جائے جو ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو اور ان کے اقوال کے موافق ہو تو غور و فکر میں پوری طاقت صرف کر دیتے ہیں اور جب اس میں مبالغہ کرتے ہیں تو آیاتِ محکمات، آیاتِ متشابہات کی تفسیر کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس طرح مُبطِل اپنے باطل نظریات سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور حق تک جا پہنچتا ہے اور اگر پورا کا پورا قرآن محکم ہوتا تو صرف ایک مذہب کے مطابق ہوتا اور اس کے سوا جتنے بھی مذاہب ہوتے، سب کے سب اس کی وضاحت سے باطل ہو جاتے۔ پھر یہ چیز بقیہ مذاہب کے علما کو قرآن پاک کے قبول کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے دور کر دیتی۔

مزید فرمایا: کہ جب قرآن مقدس آیاتِ متشابہات پر بھی مشتمل ہے تو وہ طُرق تاویلات اور بعض کے بعض پر ترجیح کے علم کا متقاضی ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کا علم، علومِ کثیرہ جیسے علم اللغۃ والنحو، علم المعانی والبیان، اور علم اصول الفقہ وغیرہ کی تحصیل کا محتاج ہے۔ اس سلسلے میں مقصد تک پہنچنے میں بڑی مشکلات در پیش ہوتی ہیں۔ اور مشکلات کی زیادتی سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

اگر معاملہ ایسا نہ ہو تو ان علومِ کثیرہ کی تحصیل کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور جب ضرورت نہیں تو مشقت بھی نہیں اور جب مشقت نہیں تو زیادتیِ ثواب بھی نہیں۔ اور تلاشِ حق میں عوام و خواص سب کے سب برابر ہو جاتے ہیں۔ یہ کلام امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو قرآن پاک کے بارے میں گفتگو کرنا اس

(۱) التفسیر الکبیر، آل عمرٰن، تحت الآیۃ: ۳، ۷/ ۱۴۱. ۱۴۲

شخص کے لیے کیوں کر جائز ہو گا جو ان پندرہ علوم میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ کسی حکم یا کسی امر پر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کی جرأت کرے جبکہ وہ طریق استدلال سے ناواقف اور شروطِ استدلال کی تحصیل سے عاجز ہے۔

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے بارے میں یہ حدیث پاک وارد ہوئی ”کہ جس نے قرآن میں بغیر علم کے کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے“(۱) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ” وہ کافر ہو گیا۔“

تعجب ہے کہ وہ قرآنی آیات سے استدلال کا ارادہ رکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ ان آیات کے معارضات اور اس میں غور و فکر سے کورا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ یہ آیات اپنے ظاہر پر ہیں یا نہیں۔ علمائے اصول نے قرآنی آیات اور احادیث سے استدلال کرنے والے پر واجب قرار دیا ہے کہ معارضات، ان کا جواب اور مستدل بہ کے بارے میں تلاش کرے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ ہے جو اس کو ظاہر سے پھیر رہا ہے؟ یہ ٹکر مارنے والے کے ساتھ بلا تامل ایک ٹکر ہے اور کسی شرط کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔

اگر یہ شخص اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا تو اپنے مرتبہ یعنی تقلید کے پاس رک جاتا اور استدلال، اہلِ استدلال کے حوالے کر دیتا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ (۲)

ترجمہ: اور جب اُن کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے۔ تو ضرور ان سے

(۱) سُنن التّرمذیّ، کتاب تفسیر القرآن، باب: ما جاء فی الّذی یُفسّر القرآن برأیه، برقم ٤، ۲۹۵۰/ ٤٥

(۲) النساء: ٤/ ۸۳

اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔

"اُولِی الْاَمْرِ" سے مراد مجتہدین ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس، جابر بن عبد اللہ، مجاہد، ابو عالیہ، ضحاک وغیرہ نے فرمایا: "اُولِی الْاَمْرِ" "صاحبِ فقہ اور صاحبِ حدیث" اور حضرت مجاہد کے الفاظ میں صراحت ہے کہ ذی اختیار لوگوں سے مراد فقہا اور علما ہیں۔

حضرت ابن جریر نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ کی روایت تخریج کی، انہوں نے فرمایا: "اُولِی الْاَمْرِ" سے مراد علما ہیں۔ کیا ربّ ذُوالجلال کا یہ ارشاد نہیں دیکھتے؟

"وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْؕ" (ترجمہ گزر چکا) (۲)

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ لفظ "فقہاء" و "علماء" صرف مجتہدین پر بولا جاتا ہے لیکن مقلّد تو نہ اسے فقیہ کہا جاتا ہے اور نہ ہی عالم جیسا کہ صاحبِ فقہ اور صاحبِ اصول فقہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ مقلد پر فقیہ اور عالم کا اطلاق ایسے ہی ممنوع ہے جیسے کہ یہودی اور نصرانی پر لفظ "مسلم" کا اطلاق۔ اللہ کی شان اور خصوصیت یہ ہے کہ اس سے نہیں پوچھا

---

(۱) النساء ٤/ ٥٩

(۲) تفسیر الطّبری، النّساء، تحت الآیۃ: ٥٩،٤/ ١٥٢

جائے گا جو وہ کرتا ہے لیکن بندوں سے ضرور سوال ہو گا۔

فصل ۲

پھر میرے سامنے اکیسویں دلیل آئی۔ یہ وہ حدیث پاک ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزرا جس کا تعلق بنی قریظہ سے ہے۔ جس نے میرے لیے توریت کی سورتوں کو جمع کر کے لکھا ہے۔ کیا میں اسے آپ پر پیش نہ کروں؟ (اتنا کہنا تھا کہ) رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تب میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نہیں دیکھ رہے ہیں؟ فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔

اس بات سے نبی کریم ﷺ کا جلال ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ اِس وقت اگر تمہارے درمیان حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے پھر تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو گمراہ ہو جاتے۔ سن لو! بیشک تم میری امت ہو اور میں تمہارا نبی ہوں۔ (۱)

یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے کہ شریعتِ توریت کو اسلام سے موسوم نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب توریت کی سورتوں کی کتابت کی وجہ سے حضور ﷺ کی ناراضگی دیکھی تو جلدی سے "رَضِيْنَا بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا" کہہ دیا تاکہ شریعتِ توریت اور اس کی اتباع سے خود کو راضی ہونے سے بَری ثابت کریں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ

(۱) مسند للإمام أحمد بن حنبل، حديث عبد الله بن ثابت، برقم ۱۵۸٦٤،۲۵ / ۱۹۸

بات کہی تو حضور ﷺ کا جلال ختم ہوا کیونکہ مقصد حاصل ہو گیا اور وہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شریعتِ اسلامیہ پر استقامت اور شریعتِ موسیٰ سے مکمل اعراض۔

بائیسویں دلیل:

یہ نبی کریم ﷺ کا حضرت جبریل کو جواب ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: اسلام یہ کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، فرض نماز قایم کرو، فرض زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو۔ ایک روایت میں اتنا اور اضافہ ہے "غسل جنابت کرو"(۱)

یہ حدیث پاک صراحت کرتی ہے کہ اسلام اِن اعمال کے مجموعے کا نام ہے اور یہ سب کے سب امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ "الصلاۃ المکتوبۃ" (جس کا معنی ہے "فرض نماز قائم کرو") میں "لام" عہد کا ہے۔ اور صلاۃ مکتوبہ سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ اور پنج وقتہ نمازیں صرف اس امت پر فرض ہوئی ہیں۔ رمضان کا روزہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ حضرت ابن جریر نے حضرت عطا کی روایت نقل کی اور غسل جنابت بھی اس امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ حدیثِ وہب میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

پس دلیل ہے کہ جو شخص ان مذکورہ اعمال پر عمل پیرا نہیں ہے اسے مسلمان نہیں کہا جائے گا اور چونکہ سابقہ امتیں ان اعمال پر عمل نہیں کرتی تھیں؛ اس لیے انہیں مسلمان نہیں کہا جاتا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ اسلام کتنے معانی پر مشتمل ہے؟ تو میں کہوں گا کہ کئی معانی پر مشتمل ہے۔ (۱) اسلام نام ہے "شریعتِ سمحہ" یعنی آسان اور وسیع شریعت کا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں "حنیفیہ سمحہ" کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

---

(۱) الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الهيتمی، ۱/ ۱۲۸

(۲) مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي أمامة الباهلي الصُّدي...إلخ، برقم: ۲۲۲۹۱، ۳۶/ ۶۲۴

مِنْ حَرَجٍ ؕ " کی تفسیر میں فرمایا: اسلام نام ہے وسعت اور اس تنگی کے نہ ہونے کا جو بنی اسرائیل اور یہود و نصاریٰ پر تھی۔ اس میں کوئی نرمی نہیں تھی۔ بلکہ حد درجہ مشقت اور گرانباری تھی۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ: " لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۗ وَ اغْفِرْ لَنَا ۗ وَ ارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۠ ﴿۲۸۶﴾ "(۱)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔ اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں، یا چوکیں اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

میں اس کی وضاحت ہے۔ اسی وجہ سے اسے اسلام سے موسوم نہیں کیا جاتا ہے۔

(۲) اسلام نام ہے اس شریعت کا جو افضل ترین عبادتوں پر مشتمل ہے۔ مثلاً جہاد، حج، وضو، غسل جنابت وغیرہ۔ یہ ساری عبادتیں اس امت کے ساتھ خاص ہیں دوسری امتوں پر فرض نہیں کی گئی تھیں۔ بلکہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر فرض کی گئیں تھیں جیسا کہ حضرت وہب کی حدیث پاک میں گزرا۔ خالق لم یزل عزّ و جلّ نے فرمایا: میں نے انھیں یعنی امت محمدیہ کو وہ دیے جو انبیائے کرام علیہم السلام کو دیے۔ ان پر وہ فرائض مقرر کیے جو انبیائے کرام علیہم السلام اور رسولان عظام علیہم السلام پر مقرر کیے۔(۲)

---

(۱) البقرۃ ۲/ ۲۸۶

(۲) دلائل النُّبوۃ للبیہقی، جماع أبواب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما وجد من سورۃ نبیّنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم... إلخ، ۱/ ۳۸۰

اسی وجہ سے اس امت کو ”مسلمان“ کہا جاتا ہے جس طرح انبیا و رسل کو ”مسلمان“ کہا گیا اور کسی امت کو ”مسلمان“ سے موسوم نہیں کیا گیا۔

اس بات کی تائید ابو یعلیٰ کی تخریج کردہ اس حدیث پاک سے ہو جاتی ہے جو آپ نے مرفوعاً روایت کی۔ کہ اسلام آٹھ اعمال کا مجموعہ ہے۔(۱) لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا۔(۲) نماز۔(۳) زکوٰۃ۔(۴)۔حج۔(۵) جہاد۔(۶) رمضان کا روزہ۔(۷) امر بالمعروف۔(۸) نہی عن المنکر۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پاک اس مفہوم کی تائید کرتی ہے جس کو حضرت ابن جریر نے اپنی ”تفسیر“(۲) اور حاکم نے ”مستدرک“(۳) میں روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: اس دین پر پورے طور پر قائم رہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا کوئی آزمایا نہیں گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ‌ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا‌ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ‌ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۲۴﴾ (٤)

ترجمہ: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

کہا گیا ”کلمات“ کیا ہیں؟ فرمایا: اسلام، جس کے تیس اجزاء ہیں۔ دس کا تذکرہ اس آیت میں ہے : اَلتَّآٮِٕبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآٮِٕحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ

---

(١) مسند أبي يعلى،مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه،برقم ٥٢٣،ص ١٣٦

(٢) تفسير الطّبري،البقرة،تحت الآية: ١٢٤،١/ ٥٧٢

(٣) المستدرك على الصّحيحين،كتاب:تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين،باب:الإسلام ثلاثون سهماً،برقم ٤٠٨١،٣/ ٤٢١

(٤) البقرة ٢/ ١٢٤

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۱۱۲ (۱)

ترجمہ: توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے رکوع والے سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے، اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔

اور دس کا تذکرہ سورہ "قَدْ اَفْلَحَ" اور "سَاَلَ سَآئِلٌ" کے شروع میں ہے۔

"قَدْ اَفْلَحَ" کا ابتدائی حصہ یہ ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَۙ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَۙ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَۙ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَۙ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَۙ۝۴ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَۚ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَۚ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَۙ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَۙ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۱۱ (۲)

ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور وہ کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور "سَاَلَ سَآئِلٌ" کا ابتدائی حصہ یہ ہے: سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ

---

(۱) التوبۃ ۹/ ۱۱۲

(۲) المؤمنون ۲۳/ ۱ تا ۱۱

۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا
جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ
۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ (۱)

ترجمہ: ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔ وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔ ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں۔ وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔ جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی۔ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔ اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

اور دس کا تذکرہ اس آیت مبارکہ میں ہے: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (۲)

ترجمہ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبرداریں اور سچے اور سچیاں، اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار

(۱) المعارج ۷۰/ ۱تا ۱۰
(۲) الأحزاب ۳۳/ ۳۵

کرر کھا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ سب پوری کر دکھائیں تو ان کے حق میں لکھ دی گئی۔اس کی شہادت اس آیت کریمہ: وَإِبۡرَٰهِيمَ ٱلَّذِي وَفَّىٰٓ ۝٣٧ (١)

ترجمہ:اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا ،سے ہوتی ہے۔(٢)

حاکم نے دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی،انہوں نے فرمایا: اسلام کی تیس اہم تعلیمات ہیں جنہیں سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور ﷺ کے کسی نے پورے طور پر ادا نہیں کی۔

(مستدرک میں یہ حدیث ان الفاظ میں ملی):أخبرنا محمد بن الحسن الكارزي ثنا علي بن عبد العزيز ثنا معلى بن راشد ثنا وهيب عن داود عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : سهام الإسلام ثلاثون سهما لم يتممها أحد قبل إبراهيم عليه السلام قال الله عزّوجلّ :"وَإِبۡرَٰهِيمَ ٱلَّذِي وَفَّىٰٓ ۝٣٧"

هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه۔(٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے؛ آپ نے فرمایا:اسلام کی تیس اہم تعلیمات ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ان پر کسی نے پورے طور پر عمل نہیں کیا۔

اس تشریح سے معلوم ہو گیا کہ اسلام ان قسموں کے مجموعے کا نام ہے اور یہ ساری قسمیں صرف اور صرف دینِ محمد ﷺ اور دین ابراہیم علیہ السلام میں مشروع ہیں؛اسی وجہ سے متعدد آیات میں نبی کریم ﷺ کو دینِ ابراہیم جو "دینِ حنیف" ہے،کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

(٣)اسلام کے معنیٰ کا دارومدار "انقیاد" اور "اذعان" پر ہے۔کسی امت نے اپنے نبی کی ایسی فرمانبرداری نہیں کی جیسی اس امت نے کی۔اسی وجہ سے اس امت کو "مسلمان

---

(١) النجم ٥٣/ ٣٧

(٢) تفسیر الطّبری،البقرۃ،تحت الآیۃ:١٢٤،١/ ٥٧٢

(٣) المستدرك على الصّحيحين،كتاب التفسير،تفسير سورة النّجم،باب الإسلام ثلاثون سهماً لم يتممها أحد...إلخ،برقم٣٨٠٥،٣/ ٢٧٨

”کہا گیا۔ اور انبیا، ان رسولانِ عظام کی فرمانبرداری کرتے تھے جو شریعت لاتے تھے جیسا کہ امام راغب(١)کی عبارت میں گزرا۔

اس وجہ سے بھی انبیائے کرام کو” مسلمان“ کہا گیا جب کہ دیگر امتیں اپنے انبیا کی بکثرت نافرمانی کرتی تھیں جیسا کہ اس پر بہت سی احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں ” مسلمان“ نہیں کہا جاتا ہے۔

ان میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے کہ” تم سے پہلے کے لوگ انبیائے کرام علیہم السلام سے کثرتِ سوال اور ان سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (٢)

اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کے دن فرمایا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب ، جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہاں! ہم کہیں گے آپ یعنی حضور ﷺ اور آپ کا رب جائے اور لڑے اور ہم بھی آپ کے ساتھ لڑیں گے۔(٣) خدا کی قسم! اگر آپ ہمیں ” برکِ غماد“(شہر حبشہ) تک لے کر جائیں تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔(٤)

ایک اور روایت میں ہے کہ اگر آپ ہمیں سمندر میں لیکر داخل ہوں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں داخل ہو جائیں گے۔ (٥)

اسی وجہ سے دیگر امتوں کے بجائے صرف اس امت کو” مسلمان“ کہا گیا۔

جب بھی اسلاف کرام کی عبارتوں میں ”الإسلام دین الأنبیاء“ وغیرہ آتا ہے

---

(١) مفردات ألفاظ القرآن،کتاب السّین،ص ٤٢٤

(٢) صحیح مسلم،کتاب الحج،باب فرض الحج مرۃ فی العمر،برقم٢،١٣٣٧/ ٩٧٥

(٣) البدایۃ والنّھایۃ،ذکر ھلاک فرعون وجنودہ،فصل فیما کان من أمر بنی إسرائیل بعد ھلاک فرعون،١/ ٣٧٤

(٤) البدایۃ والنّھایۃ،غزوۃ بدر العظمی یوم الفرقان،٣/ ١١،وفیہ:فو الّذي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْسِرْتَ بِنَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَجَالَدْنَا مَعَكَ

(٥) تاریخ الإسلام للذّھبی، سنۃ اثنتین،غزوۃ بدر الکبری،٢/ ٥٢،وفیہ:لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا ھذا البحر لخضناہ مَعَكَ

تو اسلام سے صرف انبیاے کرام کا دین مراد ہوتا ہے۔ ان کی امتوں کا دین مراد نہیں ہوتا اس تقریر کی وجہ سے جو تعریفِ رسول ﷺ میں ما سبق میں گزر چکی کہ ”یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے۔“ (۱)

فصل: ۳

جب میں اس رسالہ کی تالیف سے فارغ ہوا اور بستر پر لیٹا تو یہ آیت کریمہ:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ○وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝۵۳ (۲)

ترجمہ: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ بیشک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے۔

گویا مجھ پر پہاڑ بن کر گر پڑی کیونکہ اس کا ظاہر عدمِ خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ کافی دیر تک اس میں غور و فکر کرتا رہا لیکن کوئی جواب نہ بنا۔ تب میں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی جواب الہام فرمادے۔ جب صبح صادق کے وقت میں بیدار ہوا تو جواب حاضر تھا۔ اس کے تین جواب مجھے سمجھ میں آئے۔

پہلا جواب: آیت کریمہ میں ”مُسْلِمِيْنَ“ اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد ”استقبال“ ہے اور اسم فاعل مستقبل ہی کے لیے حقیقت ہے۔ اس سے حال اور ماضی مراد نہیں ہے جو مجاز ہے۔ حقیقت اختیار کرنا اصل ہے۔ اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی ”إنا كنا من قبل مجيئه عازمين على الإسلام به“ ہم اس کی آمد سے پہلے ہی اس پر گردن رکھنے کا عزم کر چکے تھے۔ جب کتاب آگئی تو ہم نے اس کے اوصاف اپنی کتابوں میں پالیے۔

---

(۱) المعجم الأوسط، باب السّين، من اسمه سيف، برقم ۲، ۳٦۱۱/ ۴۰۳

(۲) القصص ۲۸/ ۵۲و ۵۳

استقبال مراد لینے کی مثال یہ آیت کریمہ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (۱)
ترجمہ: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔
دونوں صفتوں سے " استقبال " مراد ہے۔ یعنی جلد ہی تم اور وہ سب مریں گے۔ قطعی طور پر ان دونوں سے حال مراد ہے ہی نہیں جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔

اسی طرح " اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ " سے مراد یہ ہے کہ عنقریب جب وہ کتاب آئے گی تو ہم سر نیاز جھکا دیں گے۔ اس جواب کی تائید سیاقِ کلام سے ہو جاتی ہے کہ مشیر کہ ان کا مقصد قران مجید کی حقانیت کا اعلان کرنا اور نبی کی آمد کے بعد اسلام لانے کا قصد و ارادہ کرنا ہے؛ کیونکہ ان کے پاس توریت میں نبی کی صفات تھیں اور آپ کی آمد اور بعثت کا زمانہ بھی قریب ہو چکا تھا۔ ان کا مقصد ان کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے پر تعریف کرنا نہیں تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کو ان تمام صفتوں سے پُر، جو ان کے پاس تھیں اور زمانۂ نبوی اور بعثت نبوی کے قرب کی وجہ سے ان کے سامنے ظاہر ہونے والے آثار کے ساتھ تشریف لائے تو اس پر وہ لوگ ایمان لائے۔ ان کا مقصد اس بات سے کہ وہ صفتِ اسلام سے متصف ہیں یا نہیں بذات خود اپنی تعریف کرنا نہیں ہے؛ کیونکہ محلِ کلام اس کا متقاضی نہیں تھا۔

دوسرا جواب : آیت کریمہ " اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ " میں " مُسْلِمِيْنَ " سے پہلے " بِهٖ " مقدر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی " اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ "۔ اب صفت اسلام کا سبب قرآن ہوگا نہ کہ توریت اور انجیل۔ ذکرِ صلہ اس کی تائید کرتا ہے۔ پہلی والی آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ " پس صلہ کا ذکر دال ہے اس بات پر کہ دوسری آیت میں بھی وہی صلہ (بِهٖ) مراد ہے۔ (اور صلہ یعنی

(۱) الزمر ۳۹/ ۳۰

بہ) کراہتِ تکرار اور ازالہ ٔتعلقِ تکرار کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے۔

تیسرا جواب: ان کے اس مذہب کی بنیاد مذہبِ اشعری پر ہے۔ مذہب اشعری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے بارے میں یہ لکھ دیا کہ وہ مومن مرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کہا جائے گا اگرچہ پہلے حالت کفر میں رہے اسی طرح اس کا برعکس یعنی جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ وہ کافر مرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر کہا جائے گا اگرچہ پہلے حالتِ ایمان میں رہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مذہب اشاعرہ پر عمل کرتے ہوئے اس وصف کا ہمارے نزدیک اطلاق نہیں ہے؛ کیونکہ ہم انجام کار اور مستقبل کے احوال سے نابلد ہیں۔ پس اسی طرح جب ان لوگوں پر دخول فی الاسلام کی مہر لگا دی گئی اور انھوں نے خود کو شروع ہی سے اسلام سے موصوف کر لیا تو اس وصف میں خاتمہ کا اعتبار ہو گا۔ اور جب کافر مشرک، حالت شرک میں اشاعرہ کے نزدیک مومن کہلانے کے حقدار ہیں؛ اس لیے کہ خاتمہ کے وقت اسے ایمان نصیب ہو گا۔ تو خاتمہ کے وقت مسلمان کہنا بدرجہ ٔاولیٰ درست ہو گا۔ یہ جواب زیادہ بہتر ہے۔ یہ ایسا دقیق معنیٰ ہے جس کو ہم نے اس آیت کریمہ میں اصولِ علمِ کلام سے حاصل کیا ہے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ جو شخص سارے علوم نہیں جانتا اور علماء امت کے مذاہب اور اس کے مدرکات و قواعد سے واقف نہیں ہے وہ نہ استدلال کر سکتا ہے اور نہ ہی استنباط کر سکتا ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔

بزرگی کو کھجور نہ سمجھ کہ تو اس کو کھا لے گا.... بزرگی ہر گز حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ صبر کا دامن ہاتھ میں نہ ہو۔ (۱)

فصل: ۴

اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں جہاں کہیں اس امت کا ذکر کیا ہے وہاں اسلام یا ایمان

(۱) دیوان الحماسة مع شرحه لأبی تمّام، باب الهجاء، رجل من بنی أسد، ۴.۳/ ۱۰۵۷

کے ساتھ ذکر کیا ہے خواہ حاضر کا صیغہ ہو یا غائب کا جیسے ”هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ“، ”يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا“، ”اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ“۔ اور جہاں پچھلی امتوں کا ذکر کیا ہے وہاں اس نے کبھی اسلام سے موصوف نہیں کیا مقامِ مدح میں، نہ موضعِ ذم میں۔ مثلاً: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (۱)

ترجمہ: بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

اور ”قُلْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾“ (۲)

ترجمہ: تم فرماؤ اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچّے ہو۔

اور ”اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○“ (۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق

(۱) البقرة ۲/ ٦٢
(۲) الجمعة ٦٢/ ٦
(۳) المآئدة ٥/ ٤٤

یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرماں بردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

اور "لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ "(۱)

ترجمہ: ضرور تم! مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم! مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں؛ یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

فرمایا: اس کے علاوہ بہت سی آیتیں بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس آخری آیتِ کریمہ میں مومنین نصاریٰ کی مدح کا ذکر کیا گیا لیکن انہیں مسلمان نہیں کہا گیا بلکہ:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ (۲)

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ اِن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے اُن کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا۔ اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

فرمایا: اور دوسری آیت میں مومنین نصاریٰ اور مومنین یہود کی مدح کے وقت " اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ "(۳)

---

(۱) المآئدة ۵/ ۸۲
(۲) المآئدة ۵/ ۱٤
(۳) القصص ۲۸/ ۵۲

ترجمہ: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اور "وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۱۹۹ "(١)

ترجمہ: اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

فرمایا: زیادہ تر مقام مدح میں ان پر " اہل کتاب " کا اطلاق کیا گیا اور کہا گیا: " اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ / مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ "

یہ ہماری کتاب قران مجید کی بات ہے ان کی کتابوں کا حال یہ ہے کہ ان میں اس امت کو اسلام سے موصوف کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ "

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: توریت و انجیل میں(٢) اور ان کی کتابوں میں یہود و نصاریٰ کو کبھی " مسلمان " نہیں کہا گیا۔

حضرت ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت حیثمہ کی روایت نقل کی انھوں نے فرمایا: جسے تم قرآن پاک میں " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا " پڑھتے ہو وہ توریت و انجیل میں "يأيّها المساكين " ہے۔(٣)

(١) اٰل عمران ٣/ ١٩٩

(٢) الدّر المنثور،الحج،تحت الآية:٧٨،٦/ ٧٥

(٣) تفسير ابن أبي حاتم الرّازي،النساء،تحت الآية:١٩، ٢/ ٣٧٦

فصل:۵

میں نے امام ابو عبد اللہ بن ابو الفضل مرسی کے کلام میں وہ چیزیں دیکھیں جو میری پیش کردہ باتوں کی صحت پر شاہد ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں " یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ " (۱)

کی تفسیر میں فرمایا: جس کا ترجمہ یہ ہے " جب دونوں فریقوں نے کہا کہ ابراہیم ان کے دین پر تھے تو اللہ رب العزت نے اس کی تردید فرمائی اور انہیں خبر دی کہ وہ دین اسلام پر تھے۔ فرماتے ہیں کہ اعتراض ہوا کہ حضرت ابراہیم کیسے دین اسلام پر ہوسکتے ہیں؟ جبکہ اسلام ان کے بعد آیا۔ جواب دیا گیا کہ قرآن پاک نے اس کی خبر دی۔ اور ان کی کتابوں نے ان کے دعووں کے صحت کی خبر نہیں دی۔

پھر اعتراض ہوا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مسلمان ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اصول میں مسلمانوں کے موافق ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اصول میں دینِ عیسیٰ و موسیٰ پر قایم یہود و نصاریٰ کے موافق تھے؛ کیوں کہ تمام انبیاے کرام اصول میں متحد ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مسلمان ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ فروع میں یہود و نصاریٰ کے موافق ہیں تو ایسی صورت میں حضور ﷺ مبلّغ ہوں گے شارع نہیں۔ اور نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تلاوت قرآن نہیں تھی اور اس کی تلاوت ہماری نماز میں مشروع ہے ان کی نماز میں مشروع نہیں۔

جواب دیا گیا کہ فروع مراد ہے اور حضور ﷺ شارع ہوں گے مبلّغ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو شریعتِ موسیٰ اور عیسیٰ سے منسوخ کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے سب کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا؛ اس لیے حضور ﷺ ان شریعتوں کو منسوخ کرنے کی وجہ سے شارع ہوں گے۔ پھر جب حضور ﷺ اکثر چیزوں میں

---

(۱) آل عمران ۳/ ۶۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں اگرچہ بہت کم چیزوں میں ان کے ساتھ نہیں ہیں تو اس سے موافقت میں کوئی خلل (فرق) نہیں پڑتا۔

کلامِ مرسی ختم ہوا جو بہترین سوال اور عمدہ جواب پر مشتمل ہے۔

فصل:٦

تیئیسویں دلیل:

کلامِ ربانی ہے:" يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ "(١)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو۔ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

مفسرین کرام نے فرمایا: یہ آیتِ کریمہ ان کتابیوں کے حق میں نازل ہوئی جو اسلام لائے اور اپنے شریعت کے بعض احکام کی تعظیم پر قایم رہے۔ جیسے سنیچر کی تعظیم، اور اونٹ کا گوشت نہ کھانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ پورے طور پر شریعت اسلام میں داخل ہو جاؤ اور توریت کے کسی حکم پر مضبوطی سے قایم نہ رہو؛ کیونکہ احکامِ توریت منسوخ ہو چکے ہیں۔ اس کا نسخ جان لینے کے بعد کچھ احکامِ توریت پر مضبوطی سے قائم رہ کر شیطان کی پیروی نہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں " كَآفَّةً " کا ذکر کر کے گویا یہ کہا گیا کہ شریعتِ اسلام کے تمام احکام پر عمل پیرا ہو جاؤ خواہ ان احکام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے۔

یہ حضرت مرسی کی عبارت ہے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں۔

حضرت ابن ابی حاتم نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: یہ آیت کریمہ ان مومنینِ اہلِ کتاب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے توریت اور پچھلی شریعتوں کے بعض احکام کو مضبوطی سے اختیار کر

---

(١) البقرۃ٢/ ٢٠٨

رکھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ دینِ محمد ﷺ کے احکام پر عمل کرو اور کسی حکم کو نہ چھوڑو۔(۱)

یہ آیت کریمہ صراحت کرتی ہے کہ شریعتِ توریت کو "اسلام" نہیں کہا جاتا۔

تنبیہ: امام سبکی نے اپنی عبارت میں جب انہوں نے "عموم رسالة النبي صلى الله عليه وسلم إلى الجن" یعنی نبی کریم ﷺ کی رسالت جنوں کو بھی عام ہے، کے موضوع پر گفتگو کی تو متعدد آیات قرآنیہ ذکر کیں۔ جن سے انہوں نے اپنے موضوع پر استدلال کیا۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ کثیر تعداد میں دلیلیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک دو آیتوں میں تاویل کا امکان اور احتمال کی گنجائش ہوتی ہے جب دلیلیں زیادہ ہو جاتی ہیں تو اس حد تک پہنچ جاتی ہیں کہ ان سے ظاہری معنیٰ مراد لینا قطعی ہو جاتا ہے۔ احتمالات و تاویلات ختم ہو جاتے ہیں۔

اقول: اسی لیے میں نے یہاں ۲۳ دلیلیں پیش کیں؛ کیونکہ ان میں سے ہر دلیل میں انفرادی طور پر تاویلات کا امکان اور احتمالات کی گنجائش موجود ہے۔ جب دلائل کثیر ہوگئے تو اس کا ظاہری معنی مراد لینا مظنون بظن غالب ہو گیا اور احتمالات و تاویلات ختم ہوگئے اور میں نے ظن کا اعتبار کیا ہے نہ کہ قطع ویقین کا؛ کیونکہ اس کے معارض اور آیتیں ہیں جن سے قول آخر پر استدلال کیا گیا۔ یہ ایسا مقام ہے جس میں غور وفکر کرنا اور ترجیح کا فیصلہ کرنا صرف مجتہد کا کام ہے۔ و الله الموفق

(۱) تفسير ابن أبي حاتم الرّازي، البقرة، تحت الآية: ۲۰۸، ۱/ ۳۲۶.۳۲۷

ماخذ ومراجع

(1) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، رتّبہُ: الأمیر علاؤ الدّین علی بن بلبان الفارسی (ت۷۳۹ھ)، مطبوعة: دارُ الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّانیّة۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶م

(2) البدایة والنّھایة، للإمام أبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (ت۷۷۴ھ)، مطبوعة: دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

(3) تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، للإمام شمس الدّین أبی عبد اللہ محمّد بن أحمد الذھبی (ت۷۴۸ھ)، النّاشر: دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الثانیة۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷م

(4) تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی = التّفسیر بالمأثور

(5) تفسیر الطّبری = جامع البیان فی تأویل القرآن

(6) تفسیر ابن المنذر = کتاب تفسیر القرآن

(7) تفسیر الرّازی = مفاتیح الغیب

(8) التّفسیر بالمأثور، للإمام حافظ شیخ الإسلام عبد الرحمٰن بن أبی حاتم محمّد بن إدریس الرّازی (ت۳۲۷ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۲۷ھ۔۲۰۰۶م

(9) تفسیر الکشّاف، للإمام أبی القاسم جار اللہ محمود بن عُمر بن محمّد الزّمخشری (ت۵۳۸ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الرابعة۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶م

(10) جامع البیان فی تأویل القرآن، للإمام أبی جعفر محمّد بن جَریر الطّبریّ (ت۳۱۰ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الرّابعة۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵م

(11) دلائل النبوة للأصبھانی، للحافظ الکبیر أبی نعیم الأصبھانی (ت۴۳۰ھ)، مطبوعة: المکتبة العصریّة، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹م

(12) دلائل النبوة للبیھقی، للإمام أبی بکر أحمد بن الحُسین البیھقیّ (ت۴۵۸)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثّانیة۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

(13) الدّر المنثور فی التفسیر بالمأثور، للإمام عبد الرّحمٰن بن أبی بکر، جلال الدّین السّیوطی (ت۹۱۱ھ)، مطبوعة: دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م

(14) دیوان الحماسة مع شرحه لأبی تمّام، للإمام أبی علی أحمد بن محمّد بن الحسن المرزوقی (ت۴۲۱ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۲۴ھ ۔۲۰۰۳م

(15) سُنن التّرمذیّ، للإمام أبی عیسی محمّد بن عیسی التّرمذی (ت۲۹۷ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م

(16) السُّنن الکبری، للإمام أبی عبد الرّحمٰن أحمد بن شعیب النّسائی (ت۳۰۳ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۱م

(17) سُننِ أبی داود، للإمام الحافظ أبی داود سُلیمان بْن الأشعث السّجستانی الأزدی (ت۲۷۵ھ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م

(18) سُنن الدّارمیّ، للإمام أبی محمّد عبد الله بن عبد الرّحمٰن بن الفضل الدّارمی (ت۲۵۵ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م

(19) صحیح البخاری، للإمام الحافظ أبی عبد الله محمّد بن إسماعیل بن إبراهیم البخاری (ت۲۵۶ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م

(20) صحیح مسلم، للإمام أبی الحُسین مُسلم بن الحَجّاج القُشیریّ النّیسابُوریّ (ت۲۶۱ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت

(21) الطبقات الکبری، للإمام محمّد بن سعد بن منیع الزّهری (ت۲۳۰ھ)، الناشر: مکتبة الصّدیق، الطائف، الطبعة: الأولی، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳م

(22) فیصل التفرقة بین الإسلام والزندقة، لحجة الإسلام أبی حامد محمّد بن محمّد الغزالی الطّوسی (ت۵۰۵)، النّاشر: دار البیروتی، الطبعة الأولی ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۲م

(23) الفتاوی الحدیثیة، للعلّامة أحمد بن محمّد بن علی بن حجر الهیتمی (ت۹۷۴ھ)، الناشر: دار الفکر، بیروت

(24) کتاب التاریخ الکبیر، للإمام الحافظ أبی عبد الله محمّد بن إسماعیل بن إبراهیم البخاری (ت۲۵۶ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م

(25) کتاب تفسیر القرآن، للإمام أبی بکر محمّد بن إبراهیم بن المنذر النّیسابوری (ت۳۱۹ھ)، النّاشر: دار المآثر، المدینة النبویة، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ- ۲۰۰۲م

(26) المُصنّف، للإمام أبی بکر عبد الله بن محمّد بن أبی شیبة العبسی الکوفی (ت۲۳۵ھ)، مطبوعة: دار قرطبة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م

(27) المسند، للإمام أبی عبد الله أحمد بن محمّد بن حنبل الشّیبانی (ت۲۴۱ھ)، النّاشر: مؤسسة الرّسالة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م

(28) مسند أبی یعلی، للإمام أبی یعلی أحمد بن علی التیمی الموصلی (ت۳۰۷ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م

(29) المعجم الأوسط، للإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیّوب الطّبرانی (ت۳۶۰ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م

(30) المستدرک علی الصّحیحین، للإمام أبی عبد الله محمّد بن عبد الله الحاکم النّیسابُوری (ت۴۰۵ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۷ھ- ۲۰۰۶م

(31) المُفردات فی غریب القُرآن، للعلّامة أبی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالرّاغب الأصفهانی (ت۵۰۲ھ)، النّاشر: دار القلم، الدّار الشامیّة- دمشق، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۶م

(32) مفاتیح الغیب، للإمام أبی عبد الله محمّد بن عمر التّیمی الرّازی الملقب بفخر الدّین الرّازی (ت۶۰۶ھ)، مطبوعة: دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطبعة الطبعة الثّالثة ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م